ضدی

عصمت چغتائی

آئینۂ ادب ○ چوک مینار ○ انار کلی لاہور

ناولٹ

عصمت چغتائی

آئینہ ادب، چوک مینار، انار کلی لاہور

تعداد : ۱۰۰۰

۱۹۶[illegible]ء

قیمت : تین روپے

اہتمام

م، ع، سلام، آئینۂ ادب چوک مینار

انارکلی لاہور

ٹیلی فون نمبر : ۶۷۵۰۴

(اشرف پریس لاہور میں طبع ہوا)

اپنے پیارے منّے بھائی (عظیم بیگ چغتائی مرحوم)

کے نام

"مگر میں تو آپ کے نام سے اپنی کتاب نہیں معنون کروں گی" میں نے جواب دیا۔

"کیوں؟ پھر کس کے نام کرو گی؟" میرے جلنے پر وہ طنز سے ہنستے تھے۔

"خود اپنے نام سے۔ آپ کے نام کیوں کروں، اتنی کتابیں لکھیں اور ابھی جی نہیں بھرا؟"

"پگلی! کوئی اپنی کتاب خود اپنے ہی نام معنون کرتا ہوگا" ان کے ہنسنے پر بڑی جلن آتی تھی، اور میں جل گئی۔

"کچھ بھی ہو آپ کے نام تو کبھی نہ کروں گی"۔

مگر اب؟ بس نہیں چلتا کہ کیا کچھ نہ اُن کے نام کر دوں! کاش کوئی جا کر اُنہیں اتنا بتا سکتا۔ مرنے والے کس قدر بیرحم ہوتے ہیں۔

(عصمت چغتائی)

پُورن

پانی جان توڑ کر برس رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ آسمان میں سُوراخ ہو گئے ہیں۔ سچ بھی ہے کب سے تنا کھڑا ہے۔ سڑ گل کر سُوراخ ہو جانا کیا تعجب؛ کئی رات برستا رہا اور صبح سے برس رہا تھا۔ زور زور سے گویا بھر بھر سمندر پانی کے کوئی پُوری طاقت سے زمین پر پٹخ رہا ہو۔ دیواروں کے گھر تو کبھی کے پانی کے طمانچوں سے بے دم ہو کر بیٹھ گئے۔ چھپر گیلی ڈاڑھیوں کی طرح بانسوں اور بلیوں سے جھول پڑے اور گھر والے پیڑوں کے نیچے دبک بیٹھے۔ مگر پانی جیسے ان سے چھیڑ کر رہا تھا۔ کوئی پیڑ بھی پتھر کے سائبان تو نہ تھے جو پانی پتوں کو چیر پھاڑ کر سروں پر نہ گرتا۔ ویسے بھی جیسے کوئی چلّو بھر بھر کر پیڑوں کے بھی نیچے پانی اُلیچ رہا تھا۔ پرنالوں کی واویلا سے

اور بھی حواس گم تھے اور پھر رات آ رہی تھی۔ گھٹا ٹوپ سیاہی گاڑھی ہوتی جا رہی تھی۔ گرز تیزی سے لڑھک رہے تھے۔

آشاماں کو آخری گھونٹ پانی کے دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ ماں تو جانے کب مر گئی تھی، پر یہ نانی ہی ماں باپ سبھی کچھ تھی۔ اب نانی بھی چل چلاؤ پر تُلی تھی۔ اور باپ بریکار نکھٹو سا تھا۔ ایک دن سٹیشن کے پاس مرا ہوا پڑا ملا۔ نانی بہت کچھ اُسے دیتی تھی، پر اب وہ بھی بوڑھی ہو چلی تھی۔ یہ بات تھی کہ وہ راجہ صاحب کی کھلائی رہ چکی تھی۔ اور راجہ صاحب کے بعد اُن کے بیٹوں کو بھی اُنہیں سُوکھے مارے گھٹنوں پر وُہی لَڑی پُرانی لوریاں دی تھیں جو وہ ان کے باپ کو دے چکی تھی۔ پر وہ خراج تھی۔ اور پھر کوئی جاگیر تھوڑی مِل گئی تھی۔ زیور تھوڑا تھوڑا کر کے کھایا۔ یہ تن رکھنے کی ضرورت ہی کونسی تھی۔ عمر بھر راجہ صاحب کے یہاں رہی اور بڑھاپے میں کون سونے کے تھال لگاتا ہے۔ کئی سال سے محل کے کونے میں پڑی سڑ رہی تھی۔ راجہ صاحب نے ازراہِ ہمدردی اُسے پنشن دے کر گاؤں بھیج دیا۔ کچھ بھی تھا اُسے سکون تھا۔ کہ وہ اپنے گاؤں میں مر رہی تھی۔ اپنا گاؤں کہاں گاؤں تو راجہ ہی کا تھا۔

"نہیں آیا، ابھی نہیں آیا۔" آشا سمجھی بڑھیا یم دوت کو یاد کر رہی ہے مگر وہ پورن کے متعلق سوچ رہی تھی۔ پورن راجہ صاحب کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا۔ وہ اچھا خاصا سات برس کا ہو گیا تھا تب بھی بوڑھی اماں کے ساتھ ہی سوتا تھا اور ہر اتوار کو گاؤں بڑے بھائی کے ساتھ آیا کرتا تھا۔ اور آج تو اتوار تھا۔ بڑھیا نہ جانے کیوں اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اور اسی لئے ٹھہری ہوئی تھی ورنہ اُسے قاعدے سے تو بہت پہلے مر جانا چاہیے تھا۔

"رنجی کی ماں کہاں ہے۔ گئی؟ بڑھیا چیر جاگی۔

"ہاں اماں۔ کیا بلا لاؤں۔ مینہ پڑ رہا ہے۔"

"نہیں ..... پر ہے پڑی ..... وہ ..... ایسے ..... چھوڑ گئی۔"

سانس گھٹی جا رہی تھی "کیا مینہ بہت پڑ رہا ہے۔" بڑھیا کو فکر ہوئی کہ اب جلائی کیسے جائے گی!

"ہاں۔" آشا سہمی ہوئی دھوتی کا کنارہ مروڑ رہی تھی۔

"اور جیسے رنجی کی ماں کہاں مر گئی۔" نہ جانے رنجی کی ماں پر اتنی ممتا کیوں آ رہی تھی۔ رنجی ویسے تو رنجیت اور سنگھ بنیا پن چھپانے کو لگایا گیا تھا۔ مگر کہلاتے تھے "اپنے رنجی" تھے۔ اور یہ والدہ صاحبہ کھریا کی دلہن، تو تی کی بہو

اور رام بھروسے کی بیوی اور نہ معلوم کتنی جگہیں بدل چکی تھیں۔ پر سب کمبخت مر مر گئے اور ان میں سے کسی ایک کی یادگار رنجی تھے۔ سماج میں ان کی حیثیت بھی تھوہر کے درخت کی سی تھی۔ زیادہ کا سامنا کرنے کا اُن میں جذبہ ہی نہ تھا۔ کم بختی میں کچھ دنوں ہیجڑوں کی ٹولی میں جا گھسے اور رنجی کی ماں کو سارا دن محلے والوں کو گالیاں تقسیم کرنے میں گزر جاتا۔ نہ جانے کیوں، وہ بضد تھیں کہ ہیجڑوں کی ٹولی میں نہیں بلکہ نوٹنکی میں گیا ہے جو چھوٹا موٹا تھیٹر ہوتا ہے۔ کچھ بھی ہو رنجی کی نہیں نہیں اور وہ پیٹ کر بھاگ آئے اور اب گاؤں بھر میں اپنی فقرہ سرائی کے لئے مشہور تھے اور ایک دم باغیانہ خیالات، کہاں ہیجڑوں میں تھے اور کہاں اب اوّل نمبر کے غنڈوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ کچھ بھی تھا مگر والدہ صاحبہ تو سر اُٹھا کر چلتی تھیں۔

بڑھیا کی بے قراری بیکار نہ گئی اور وہ پورا اوڑھے اکن پہنچیں۔

"کہاں چلی گئی تھیں؟" بڑھیا موت کے فرشتے کی طرح غرّائی۔

"اے ذرا دیکھنے گئی تھی۔ رنجی لوٹا کہ نہیں۔ مُجھی کی ماں کے گئی تھی حرامی نہ جانے کہاں مرا ہے جا کے۔"

"ہوں! جا ہے میں مر جاتی۔" بڑھیا اکیلی اُشا کے سامنے نہیں مرنا

چاہتی تھی کہ کہیں اس کا دل نہ جل جائے۔ رنجی آشا پر عاشق تھے۔ بڑھیا کو پہلے تو بہت برا لگا مگر پھر سر گھما کر دیکھا تو اور کون سے ہیرے جڑے تھے اور یہ بھی بات تھی کہ رنجی لچا ہوگا اپنے گھر کا۔ آشا سے چھیڑ کرنے کی اس میں کبھی ہمت نہ ہوئی۔ آشا باہر بھی کب جاتی تھی؟ بڑھیا سانپ بنی اس کی حفاظت کر رہی تھی۔ سارا کام رنجی کی ماں رشوت میں کر رہی تھی۔ اور رنجی جب کبھی آتا گدھے کی طرح سر جھکا کر بیٹھ جاتا۔ بڑھیا راضی ہی تھی۔ پر ابھی نہیں۔ ابھی آشا تھی ہی کتنی دو سال ہوئے تو اس نے باقاعدہ دھوتی پہننی شروع کی ورنہ لہنگا پہنے ذرا سی بچی لگتی تھی۔ مگر رنجی کی ماں کی رائے میں لہنگے ساڑی سے کچھ نہیں ہوتا جب وہ اتنی تھیں تو دو بچے کر چکے تھے اور تیسرا وارد ہونے کو تھا۔

"اپنی اپنی اٹھان ہے۔" بڑی بی جب اچھی تھیں تو اُن کی ہمت سے مرعوب ہو کر کہتی تھیں۔ "آشا میری دھان پان ہے۔" اور رنجی کی گینڈے جیسی مست دیکھ کر سہم جاتی۔

رنجی برا بھی نہ تھا۔ حسن کا مقابلہ تو یہ نہیں رہا تھا۔ ٹھنگنا ضرور تھا اور بتیسی ذرا لوٹی ہوئی سی تھی۔ بجائے نیچے کے دانتوں کے اوپر کے دانت اندر تھے اور ٹھوڑی ذرا آگے کو تھی۔ جب ہنستا تھا تو معلوم ہوتا تھا کسی نے گلا اُٹھا کر دیا ہے

اور ہونٹ تو دونوں ایک جیسے سپاٹ ہی تھے۔ ناک تھوڑی نیچی اور سپاٹ تھی۔ مگر آنکھوں میں رس تھا اور بال جیسے آج کل بڑے لوگوں میں جسے دیکھو گنجا ہوتا چلا جاتا ہے پر ہفتوں نہ دھونے کے باعث دھول میں اَٹے ہوئے۔

"پورن نہیں آیا؟" رتجی کے ذکر سے اُکتا کر رُخ پلٹا۔

"اے لو وہ اس پانی میں آئیں گے۔ بڑے آدمی کسی کے بھی نا ہوتے

سچ تو یہ ہے"

بڑھیا میں دم ہوتا تو وہ اتنا لڑتی کہ رتجی کی ماں پست ہو جاتی۔ اندھی کہیں کی کوڑھن! اور وہ جو ہر اتوار آتا تھا تو کیا اسے دکھائی نہ دیتا تھا آتے ہی وہ اچار کی ہنڈیا ٹٹولتا اور عمدہ گھی کی فرمایش کرتا۔ عمدہ گھی اور لڑائی کے زمانہ میں بھلا کدھر سے آئے نہ جلئے۔ یہ لڑائی میں گھی کا کیا خرچ ہے؟ توپوں میں بھر بھر کر مارتے ہوں گے۔ بھلا گھاسلیٹ کیوں نہیں بھرتے؟ آدمی تو کھائیں گھاسلیٹ اور توپیں؛ ہاں توپیں ہی ہوئیں۔ سُرخ انگارہ جیسے دہانوں کی توپیں! ذرا بولو آگ اُگلنے لگیں یہ گورے! لو یہ گھی کے ذکر پہ گورے کہاں سے آن ٹپکے؟

ہاں تو پورن ہر اتوار آتا تھا۔ آج بوڑھی کھلائی کو اس کا انتظار تھا تو

مینہ برسنے پر تُل پڑا۔

"واہ تجھے کیا معلوم آئے گا وہ ضرور - ذرا دیکھ تو کہیں ....."

" اے ہے کہیں بھی نہیں آیا"۔ رجّی کی ماں اُٹھنے کے ڈر کے مارے جلدی سے بات ٹالنے لگی " کچھ کھایا بھی ؟ کیا حال ہوگیا ہے"۔ اُس نے چاہا بڑھیا کو موت کی یاد دلا کر دھمکائے ۔

انتظار کی چند گھڑیاں ہی گزری تھیں کہ راجہ صاحب کی موٹر کی آواز آئی ۔ بڑھیا میں جیسے تھوڑی دیر کے لئے دم آگیا ۔ وہ موٹر کی آواز کو خوب پہچانتی تھی ۔ موٹریں آتی ہی کب تھیں گاؤں میں ۔ اور ذرا سی دیر میں پوُرن سر جھکائے پلنگ پر محبت سے بڑھیا کے پاس بیٹھ گیا۔

" اماں یہاں ٹھیک علاج نہیں ہو رہا ہے ۔ تمہیں لینے آیا ہوں"۔

بڑھیا تو جانے کو تیار تھی مگر کوئی پوُرن سے بھی زبردست اسے تیزی سے گھسیٹ رہا تھا۔

" اب تو بھاگ تما کے چرنوں میں چلی بیٹا ....."

" کیسی باتیں کرتی ہو ۔ اور تم تو کہتی تھیں کہ پوُرن کی بہو لاؤں گی ۔ اس کا بیٹا کھلاؤں گی اور پھر اب بھاگ تما سے چھٹی لے کر آؤں گی ۔ بس آج ہی چلو

وہاں تمہارا علاج یوں ہو جائے گا۔" پورن نے چٹکی بجا کر کہا۔

"اب میرا علاج دُنیا کے کسی ڈاکٹر سے نہ ہوگا۔ میری بات سن۔"

"نہیں اماں تم ...."

"سُن میرے لال! آشا میری ..... میری بچی۔ میں نے اُسے بڑا کھلایا ہے۔ بڑی پیاری بچی ہے، اُسے راجہ صاحب کے چرنوں میں پہنچا دینا اسے دُکھ نہ دینا — میری .... اور کہیں اچھا لڑکا ڈھونڈ کر اس کا بیاہ کر دینا۔ اب اس کے دُنیا میں تم ہی لوگ ہو۔"

پورن موت کے آثار بھی نہ پہچانتا تھا۔ "تم خود ہی چلو۔"

"میں ..... میں تو جاؤں گی۔ مگر ..... رنجی ہی ڈھنگ کا ہوتا۔"

"رنجی دُکان کرنے کی سوچ رہا ہے۔ بیٹے نے وعدہ کیا ہے۔" رنجی کی والدہ بولیں۔ "دو دن میں چل نکلے گی۔" حالانکہ رنجی کئی دُکانیں کر چکے تھے مگر جتنے دن مال چلتا دکان بھی چلتی اور پھر جب سب کھا پی چکتے تو دوسرا دھندا اختیار کیا جاتا ــــ نہ ہی بڑوں کا خوانچہ لگایا، دن بھر چکھ چکھ کر ہی ختم کر لیا۔ سگریٹ بیڑی کی دُکان دوست یار پھونک گئے۔ جیب کے دام بھی گئے۔

"ہاں جو رنجی کسی کرم کا ہو جائے تو بُرا نہیں۔"

"دیکھا جائے گا اماں پہلے اچھی تو ہو جاؤ" بڑھیا کو اچھے ہونے سے کوئی دلچسپی ہی نہ تھی اور سوگ بھی تو موت کی سخت جلدی تھی۔ اور جب آشا کو سسکتا چھوڑ کر بڑھیا چل دی تو پورن کی فرمایش دھری رہ گئی۔

ننّھی کی ماں اتنا چیخی کہ آشا بھی سہم کر چپ ہو گئی۔ ایسے سوگ کرنے والے بھی کون تھے۔ پیڑ سوکھ گیا تو پتیاں بھی اِدھر اُدھر بکھر گئیں۔ آشا زندگی کے نئے راستے پر چلنے کے لئے پورن کی موٹر میں راجہ صاحب کے یہاں چل دی۔ راستہ بھر وہ کرنے میں دیکی آنسو پونچھا کی۔ پورن کو اس کی طرف دیکھنے کی ہمت بھی نہ ہوئی کہ کہیں وہ اور نہ رونے لگے۔

مگر جب آشا محل میں پہنچی تو اس کا دھڑکتا ہوا کلیجہ ذرا کے ذرا تھم گیا۔ راجہ صاحب نے محبت سے ہاتھ پھیرا اور رانا جی نے پاس بٹھا لیا۔ مگر بھابی بھابی نے تو سچ مچ کلیجہ سے لگا لیا۔

کم عمری میں غم اور وہ بھی بوڑھی نانی کا۔ ذرا سے دنوں میں ختم ہو گیا۔ اور ساتھ کی دوسری نوکرانیوں، کام کاج اور بھابی کے بچوں کی محبت میں اور بھی کچھ زیادہ یاد نہ رہا۔ اور آشا ایک سیدھی پُرسکون زندگی گزارنے لگی۔

بھابی

آشا کے نہ کوئی بھائی تھا نہ بہن۔ پھر بھابی کا تو سوال ہی کیا تھا۔ مگر وہ جب کبھی گھر کی چنچل اور خوش مزاج بہو کو دیکھتی اس کا دل محبت سے اُمڈ اُٹھتا۔ بھابی کا قد متناسا گڑیا جیسا تھا۔ اور ویسے ہی چھوٹے چھوٹے کمزور ہاتھ مگر وہ شرمیلی کتنی تھی اور قہقہے کیسے گونجتے تھے۔ جیسے چاندی کے موتی آپس میں ٹکرا رہے ہوں۔ وہ کسی طرح بھی تو تین بچوں کی ماں نہیں معلوم ہوتی تھی۔ نرمل سے تھوڑی ہی بڑی تو لگتی تھی۔ اور نرمل بھی جب پیدا ہو گیا تھا جب بھابی کو سیدھے پلّے کی ساڑھی بھی پہننا نہ آتی تھی۔ اور شیلا جیسی کی جیسی! پھول جیسی ماں کی کتنی پھول کپّا بیٹی تھی۔ اتنا کھاتی کہ ماں تو تین دن میں نہ کھا سکتی اور سب سے چھوٹا بھیا تو بس غضب تھا۔ ہاں وہ ذرا بھابی کا بیٹا لگتا تھا کیونکہ اس پر ہی وہ فدا تھی۔ یہ بے تکے بچے اور یہی مہاراج تو بس بدھ کا مجسمہ تھے۔ جتنا بیوی ہنستی اتنا ہی وقت وہ چپ رہتے۔ کسی بیٹھنے کی پرچھائیں۔

پڑ گئی تھی۔ بس سوائے گاؤں کی دیکھ بھال کے اور کچھ نہیں۔ بس مُسکرا دیتے تھے اور بھابی؟ ہر وقت تیتری کی طرح اُڑتی پھرتی۔ مگر اس کے پتی دھاراج کے مزاج میں زمین اور آسمان کا فرق تھا۔ مگر ایسی ہی سکون سے نبھ رہی تھی جیسی زمین آسمان کی نبھ رہی ہے۔ اُن کی بلا سے۔ بیوی چھوٹی کم عمر اور ضدی تھی۔ وہ ساس کا کہنا بس کچھ ایسا ہی مانتی۔ ذرا سی بات پر روٹھ جاتی۔ منہ پھُلا کر گھنٹوں روتی؟ دیور سے شکایت کر دیتی۔ یہاں تک کہ سُسر کی لاڈلی ہونے کی وجہ سے ساس کی شکایت سُسر سے بھی ہو جاتی۔ وہ تھی بھی تو اُن سے عمر میں چھوٹی۔ ہاں اور دیور سے تو ہر وقت اس کی لڑائی ہوتی۔ شادی ہو کر آئی ہے تو پہلا پیار دیور سے شروع ہوا اور پہلی لڑائی بھی اس سے ہوئی۔ اور اُس نے شرم کرنا تو کسی سے سیکھی ہی نہیں۔

صبح ہی صبح یہ رنگین بھابی اُٹھ بیٹھتی اور بچوں پر صفائی کا حکم صادر کر دیتی۔ اور پھر انہیں ناشتہ کرانے میں تو ہلکان ہو ہو جاتی۔

"ممی میرا توس" نرمل چلاتا۔ سوکھا مارا انسان۔

"اور میرا دودھ" دودھ پی پی کر شیلہ کچھری ہو گئی۔

اور سب سے چھوٹا بھیّا حلق کے آخری کرنے سے چنگھاڑ مارتا۔ بیچ میں

بھابی کشتی لڑتی۔

"دیکھو ممی یہ میرا پاپڑ کھا گئی" نرمل منمناتا۔

"لے اپنا پاپڑ ــــ منگتے" شیلہ پاپڑ منہ پر مار دیتی۔

"دیکھو ممی" نرمل فریاد کرتا ہے۔

"سوکھے تڈّے"

"موٹی بھینس"

"تم سوکھے تڈّے۔ ہوا میں ایک دن اُڑ جاؤ گے"

"اور تو موٹی کپّا ایک دن پھٹاک سے پھٹ جائے گی۔بس"

"کُتیا ــــ اُلّو" نرمل اور شیلہ ایک دوسرے کا خوب مُنہ نوچتے

اور نہایت محنت سے کاڑھی ہوئی فراک پر دودھ چھلک جاتا۔ اور نرمل کا

نزس اس کی کہنی میں چپک جاتا۔ تب بھابی چنگھاڑتی۔

"کیا اندھیر ہے نرمل کے بچے" وہ چٹاچٹ نرمل کی رانوں پر تھپڑ

مارتی اور شیلہ کی کمر میں دھموکے لگاتی۔

اور جو اسی اثنا میں کہیں پورن آجاتا تو بس بھونچال کا مزہ آجاتا۔ وہ

آتے ہی نرمل کے اچھو لگوا دیتا اور شیلہ کی ترند میں انگلیاں ٹہلتا اور بھیا

کے موٹے موٹے گال، اتنے مسلتا کہ خون جھلک آتا۔

"ہٹ وہاں سے آیا بڑا" بھابی چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے پورن کو دھکیلتی "ہے ہے میرے بچے کے گال لال ہو گئے" مگر پورن اُسے اور بھینچتا اور وہ ہنستا "دیکھو تو بھابی ہنس رہا ہے"

"ہے نا بے حیا!"

"ہاں بالکل اپنی ماں کی طرح" پورن اُسے ہوا میں اچھالتا اور ساتھ ساتھ بھابی کا جی اُچھلتا۔

"ہائے پورن — پورن میرا بچہ ....." وہ سانس روک لیتی اور جب پورن اُسے لٹکا کر اُس کا مُنہ دکھاتا تو بھیّا ہنستا ہی ہوتا۔ اور اگر آشا کوئی چیز لے کر آتی یا کوئی کام کرتی ہوتی تو پورن کہہ اُٹھتا۔

"بھابی آشا اپنی نوکر تو نہیں۔ وہ کام کیوں کرتی ہے"

"کام کیا ہم نہیں کرتے"۔

"بڑا کام کرتی ہو۔ بچوں کو ہٹنا اور اس کے سوا تمہارے لیے کیا کام ہے۔ مگر آشا کوئی نوکر ہے"۔

"کام کرنے سے کوئی نوکر نہیں ہوا جاتا اور پھر آشا کو بیاہ کر جانا ہے

وہاں کیا نوکر لگے ہوں گے۔ غریب گھر کی لڑکی۔"

"کیوں غریب گھر کی لڑکی سے کیا ہوتا ہے۔ وہ غریب گھر کیوں بیاہ کر جائے گی۔"

"غریب گھر نہیں بیاہ کر جائے گی تو پورن سنگھ جی تم کہیں سے اُس کے لیے شہزادہ ڈھونڈھ لاتا۔" وہ ایسے زور سے کہتی کہ سب ہی تو سُن لیں اور پورن ڈر جاتا۔

"ہاں یہ تھوڑی کہتا ہوں بھابی تم تو چیخنے لگتی ہو۔ نہ جانے تمہارا گلا کیوں اتنا چوڑا ہے۔" پورن نیچی آواز سے کہتا اور بھابی کا بدلہ بھیا غریب کے گالوں اور سڈول کی توند سے لیتا۔

چھوٹے بھیّا

بڑی بوڑھیاں کہتی ہیں تنیاً مرچیں زیادہ کھالو تو پیٹ میں جو بچّہ ہوتا ہے۔ وہ بالکل تیز مرچ پیدا ہوتا ہے۔ جب پُورن پیدا ہونے کو تھا تو شاید بڑی بھوجی نے مرچیں چابی تھیں۔ بس اُسے تو کسی کل قرار ہی نہیں تھا۔ جب تک کالج میں رہا، خیر چھٹیوں میں طوفان آتا تھا۔ مگر اب تو دو سال سے گھر پر ہی کسی مقابلہ کے امتحان کی تیاری کر رہا تھا۔ یہ خبطِ بھلے چنگے کو نہ جانے کہاں سے ہو گیا تھا۔ گھر کی جائداد اتنی تھی کہ بیٹھ کر سات پیڑھیاں مزے سے کھائیں۔ مگر کالجوں میں لڑکوں کے دماغ گاؤں سے گھبرا جاتے ہیں۔ دراصل قصور اپنے گاؤں کا ہے۔ وہاں ہے ہی کیا سوائے مال گزاری کے جس میں کسی کا دل لگے۔ بے وقوف گدھوں سے بدتر انسان بیلے بد ہنگم ٹوٹے ٹیڑھے جھونپڑے، ریڑاندی پگڈنڈیاں، گندے نالے اور اُپلوں کی

بھیانک قحط ہیں۔ نیم مردہ مویشی اور ملگجے بچے۔ بھلا کیا دل لگے؛

"ہاں تو پورن کی بوٹی بوٹی بے کل تھی۔ سارا دن وہ بھابی سے اُلجھتا۔ بچوں کو چھیڑتا۔ چھوکریوں سے مذاق کرتا۔ اور چپکے چپکے بڑے بھیا پر چٹکلے کسا کرتا۔

"بھابی سُنتے ہیں کہ بھائی صاحب جب دُنیا میں تشریف لا رہے تھے تو کالی بلی راستہ کاٹ گئی۔ بس دیکھ لو۔"

"ہوں — نہیں تو تمہاری طرح — ہاتھ ہی ٹوٹیں گے۔ میری بچی کا پیٹ کیا پتھر کا بنا ہوا ہے کہ صبح سے چٹکیاں لے رہے ہو۔"

"تمہیں تو اپنے بچوں کی پڑی رہتی ہے۔ بچوں کے باپ کی نہیں، بھئی بچے کون منع کرتا ہے ہر سال۔ مگر بیچ مہاراج صبح سے پڑے کھاتا مٹول رہے ہیں ..... بھابی میں کہتا ہوں کبھی تو ہنستے ہی ہوں گے بھائی صاحب۔ کبھی اکیلے میں تو ——"

"ایسی جوتی ماروں گی پاجی ——" اکیلے میں ہنسنے کے خیال سے ہی بھابی لال پڑ جاتی۔

بڑے بھائی ہی نہیں کیا وہ نوکروں کو چھوڑ دیتا تھا؟ بھگی کو تو

باقاعدہ چپتیں لگاتا۔ شیو کرتے میں صابن اس کے منہ پر مل دیتا۔ اُس کی چُٹیا پائے سے باندھ دیتا۔ وہ تو خیر جوان چھوکری تھی۔ اور کھل بھی جاتی تھی چھیڑ چھاڑ سے مگر بھولا کی تائی کا اور اُس کا بھلا کیا جوڑ تھا۔ وہ غریب ٹوٹے پھوٹے کاٹ کباڑ کی طرح کونے میں پڑی رہتی تھی۔ ڈھنگ سے سوجھتا بھی نہ تھا۔ جاڑوں میں تو خیر پرانا سوئیٹر یا کوٹ پہن لیتی ہوگی۔ مگر چلچلاتی گرمی میں تو اُسے کرتے سے پھانس لگتی تھی۔ دالان میں دھوپ بھی آجاتی تھی اور کوٹھڑی میں گُھس بلا کی اس لیے وہ ٹوٹا ہوا پنکھا لیے دالان میں ہی اونگھا کرتی۔ بلدُن اس کے پاس جا بیٹھتا۔

"اے بھولا کی تائی میں کہتا ہوں یہ جوانی کیوں خاک میں ملا رہی ہو۔"

بڑھیا صرف گھُٹنا کر دیکھتی اور منہ پھیر لیتی کہ شاید بے رُخی سے بات ٹل جائے۔

"میں کتنا کہتا ہوں تم سے کہ —— بھئی ابھی عمر ہی کیا ہے۔"

"ارے ہٹ اُدھر۔ میں کیوں ......"

"یہی تو تمہاری نٹھورائی مجھے نہیں پسند۔ میں کہتا ہوں۔"

"کیا کہتا ہے؟" بھولا کی تائی کی آواز بڈھے مردوے جیسی تھی۔

"ارے یہی کہتا ہوں —— کہ —— کہ تم کُرتا کیوں نہیں پہنتی ہو۔ تام؟"

وہ کوئی قابلِ اعتراض بات نہ پاکر یہی کہتا۔

"بڑھیا ڈھٹائی سے ڈٹی رہتی۔ پر جوان چھوکریاں یہ سُن کر شرم سے گڑ جاتیں۔ بھابی بھی بات ٹالنے کر دوسری طرف متوجہ ہو جاتی جیسے اس نے سُنا ہی نہیں۔

"ارے کیا پہنوں اب"۔ بڑھیا فلسفہ چھانٹتی۔

"کیوں نہیں پہنو۔ کہو تو میں لا دوں دو چار پولکے"؟

"چل پولکوں کے سگے"۔ بڑھیا کی بدمزاجی کم نہ ہوتی۔

"کتنا کہتا ہوں بھولا کی تائی کہ مہتاری لگایا کرو۔ سُرمہ۔ کاجل"۔ چھوکریاں ہنستیں اور بھولا کی تائی موٹی موٹی گالیاں بڑبڑاتی۔

یہ تو چڑیلیں تم سے جلتی ہیں۔ بھولا کی تائی"۔ اور وہ آہستہ آہستہ اُس کے پاس کھسکتا۔

"ارے کیوں مجھ پر چڑھا چلا آتا ہے۔ اُدھر ہٹ بیٹا"۔

"مجھے بیٹا کہتی ہو"؟ پورن سنجیدگی سے بُرا مانتا۔

"ہاں بھیا ذرا گرمی ہے اُدھر بیٹھ"۔

"ارے بھیا کہتی ہو مجھے"؟ پورن اور بھی بگڑتا۔

"بیٹا نہ کہوں بھیّا نہ کہوں تو کیا خصم کہوں تجھے؟"
اور بڑھیا پھر موٹی موٹی مغلظات سُناتی۔
"میں تو کہتا ہوں پھیرے کرا لو مجھ سے ۔۔۔ کیا ہو گی تمہاری عمر؟"
"ارے کبھوں شامت آئی ہے تیری۔ حرامی" - بڑھیا بھرّائی ہوئی آواز سے غرّائی۔
"بھولا کی تائی جب گالیاں دیتی ہو تو بس جی چاہتا ہے کہ منہ چوم لے واہ ۔۔۔ واہ"
اور پھر گالیوں کو بغیر مُنہ تُڑیا کر بھولا کی تائی مارنے پہ تُل جاتی۔ ہنڈیاں ہانڈیاں لپیٹ میں آجاتیں اور وہ اُن سب کو ننگی ننگی باتیں کہتی، یہاں تک کہ پورن بھی جھپٹ کر بھاگ کھڑا ہوتا۔ بڑھیا بڑی بہوجی کے پاس فریاد لے کر جاتی تو چھوٹی بہو اُلٹا چھیڑنے لگتی۔
"ارے بھولا کی تائی کرو نا - ایسا کیا بُرا ہے لڑکا"
مگر بھولا کی تائی کچھ ایسی باتیں کہتی کہ چھوٹی بہو سننے سے پہلے ہی دوسرے کمرے میں چلی جاتی۔

چمکی

چمکی اسی گاؤں کی تھی - جہاں آشا کی نانی مری تھی - اُسے سب چمکی
اس لیے کہتے تھے کہ گاؤں کی ہر تیسری لڑکی کا نام لوگ چمکی ہی رکھتے ہیں
آپ کافی کھُرسی بھنگا لڑکی کو دیکھ کر یہی سوچیں گے کہ اس کا نام ضرور کلّو یا
رُدّھو وغیرہ ہوگا - لیکن وہ چمکی نکلے گی - مگر چمکی تھی بھی چمکی - اس کی آنکھیں چمکتی
تھیں گال چمکتے تھے - اور بال تو لوہے کے پالش کئے تاروں کی طرح چمکتے تھے
اس کی کمر بھی چمکتی تھی - اور ہاتھ بھی چمکا کرتے - جب وہ ناچتی تو تارے سے
ناچنے لگتے - آواز بھی اونچی اور پتلی تھی - آشا جیسی مٹی ایسی کمزور اور شرمیلی
نہ تھی - کہ سُنو تو جی چاہے سو جاؤ - اس کی آواز پہ تو سوتے سُپتے جاگ
پڑتے تھے - جب باہر جاتی تو دربان چپراسی اندر اردلی سب گنگنا اُٹھتے
اور دھوبی تمک کے بازوؤں میں بل آجاتا اور آواز اونچی ہو جاتی مگر وہ

باہر نکلتی تو تیوریاں چڑھی ناک پھڑکتی اور ہونٹ سکڑے وہ پیسے کے چار
چار بھی نہیں پوچھتی تھی۔ یہاں تک کہ منشی جی جو خاص اپنے لیے پاس رکھتے
جب گھومی گھومی آنکھوں سے اسے دیکھتے تو وہ ایک جھٹکے کے ساتھ مڑ
جاتی۔ ہاں پوڈن کے گھونسے کھا کر جب اس کی کمر میں میٹھا میٹھا درد اٹھتا وہ
کھل جاتی۔ وہ سمجھتی تھی تو کتنا بے ڈھنگا۔ ہیز تو اس کا کام کبھی نہ سکتا۔ سارے
تو کپڑے چر جاتے اور پھر بھلا نوکر کون اس کی چیزیں سنبھال سکتا تھا۔ ایک
کپڑا نکالنا ہوتا تو وہ ساری الماری ادھیڑ کر پھینک دیتا۔ ایک جوتا پہنتا
اور چار اٹھا کر دور پھینکتا اور کتابیں تو تاش کے پتوں کی طرح پھینٹ کر رکھ
دیتا۔ آئینہ کی میز پر جیسے کوئی غسل کر رہا ہو۔ سب بھیگا ہوا اور جگہ جگہ صابن
پھر اگر جنکی صفائی کرتی تو الٹی جھڑکیاں اور گھونسے انعام میں ملتے۔

وہ صبح ہی صبح ایک مشغول داروغہ کی طرح اس کے کمرے کا انتظام
شروع کر دیتی۔ اور بلا سے کوئی کام ہو یا نہ ہو۔ آشاکاری کا ہاتھ بٹانے کو
بیٹھی پوریاں بیلا کرتی اور وہ تازے پھول گلدانوں میں لگا کر پوڈن
کا کمرہ گلزار کر دیتی۔

پہلے تو یہ چھوکریاں انجن گاڑی کے آگے آ کر لیٹ جاتی ہیں اور پھر جب

کچل جاتی ہیں۔ تو ہائے توبہ مچاتی ہیں۔ بدنامی بے عزتی اور دنیا لٹنے کی دھمکیاں سے بیٹھتی ہیں اور اپنا عیب غریب سماج کے سر تھوپتی ہیں۔ خدا کی شان ہے پھر بھی دنیا انہی کے ساتھ ماتم میں شریک ہو جاتی ہے تو چمکی بھی جان جان کر انجن کے آگے پھر جاتی تھی۔ نہ تو انجن ہی کچھ بے آگ پانی کا تھا کہ یونہی سیٹیاں دیتا دھواں اڑاتا پٹری بدل کر نکل جاتا تھا۔ پورن کا لاڈ گھونسے چٹکی سے آگے نہیں تھا۔ خیر جو گرجتے ہیں۔ کبھی نہ کبھی برس ہی رہتے ہیں۔ دوسری نوکرانیوں کو اس کا یہ ڈھانا ایک آنکھ نہ بھاتا۔ چلے کٹے جملے چلتے رہتے۔

"چھمیا سے بلی کی تو کھیلتی ہے۔ چھمیا اینٹھ جاتی ہے کہ وہ اس سے لاڈ کر رہی ہے۔

لتا کا دماغ بڑا فلسفیانہ تھا اور تھی بھی بچہ بچوں کی ماں۔

"اری گھس گھس کئے جاتی ہے۔ یاد ہی کرے گی مہاجہ لڑکوں کے بیٹے کا کیا ٹھکانہ۔ بھولا کی تائی چمکی کی رقیب تر نہ تھی۔

آشا سنتی تو کچھ نہ سمجھتی۔ پر نہ پورن سے ویسے ہی ڈرتی تھی اسے یاد تھا کہ ایک دن جب وہ شیلا کی فراک پر مشین چلا رہی تھی پورن

آن جما اور لگا باتیں بنانے۔

"ہر وقت کا کام - میں کہتا ہوں آشا ذرا میرا بھی کوئی کام کر دو۔"

"کیا کام ہے آپ کا؟" آشا مشین پر جھک گئی۔

"میرے کام ہزاروں! یہی کہ میرے سب بٹن دھوبن توڑ لاتی ہے

گریباں چاک پھرتا ہوں۔"

"کون سا بٹن ٹوٹا ہے - سارے تو ٹانک دیئے - چکی بگڑی۔

"تجھ سے کون کہہ رہا ہے؟ ——— میں تو کہتا ہوں آج تک تم نے

آشا میرا بھی کوئی کام کیا - اور تم! اتنا کام بھی کیوں کرو، کوئی کسی کی نوکر ہو؟"

"سب ہی کام کرتے ہیں - مفت کی روٹیاں کون توڑتا ہے۔" چکی چلائی

تھی کوئی اس کی بھی سُنے مگر پورن آشا کے پاس ہی کھڑا رہا۔

"اتنا کام کرتی ہے - اتنی دُبلی پتلی لڑکی - میں ماتا جی سے کہوں گا اتنا

تو کام نہ لیں ——— اور ———"

"نہیں ——— میں ——— مجھے کام کرنا اچھا لگتا ہے۔"

"کچھ نہیں اور کوئی کیوں نہیں کرتا - یہ چکی اتنی بھینس کی بھینس ہو رہی

ہے یہ کیوں نہیں سیتی۔" حالانکہ چکی برابر بھابی جی کی ساڑھی ٹانک رہی تھی۔

آشا اُس کی بھڑکی ہوئی آنکھیں دیکھ کر کانپ گئی۔

"بس جی ہٹاؤ سینا۔" پورن نے کپڑا کھینچا۔

"جی نہیں۔" آشا کا جی چاہا کہ مشین میں گھس جائے۔

"میں کہتا ہوں مت سیو نا۔"

"شیلا کہیں باہر جا رہی ہے۔ جلدی ہے۔"

"کچھ جلدی نہیں۔"

"اچھا تو سیو۔" اور پورن نے مشین کی سوئی کے آگے اُنگلی رکھ دی۔

"اونھ قینچی ماری پیٹی"۔ چکی نے زور سے قینچی پٹخی۔ آشا اُچھل پڑی اور چکی دروازہ دھڑدھڑاتی چل دی۔

"یہ چڑیل کیوں غصہ ہوتی ہے۔ آشا تمہارے قینچی لگی تو نہیں۔ میں ابھی ٹھیک کرتا ہوں بُھتنی کو۔"

"چھوٹے بھیا اگر آپ یونہی ہمارے سر پر سوار رہے تو ہم سے کام ہو چکا۔" لتا چکی کی شکست سے دل ہی دل میں کھلی جا رہی تھی۔

"اری لتا بڑی بدمزاج ہے۔ تو کیوں چڑتی ہے۔ تجھ سے تو میں بولی بھی نہیں رہا۔"

"بس بس بھیّا ہم سے یہ ——— واہ کوئی بات ہے۔ چلتے ہو کہ"
" اگر تم بجائے یہاں چھوکریوں کے ساتھ وقت گنوانے کے باہر آن بیٹھتے تو کیا اچھا ہوتا" بھیّا دروازے میں کھڑے تھے۔ پورن کھسیانہ ہو کر سگریٹ بجھانے لگا۔
" دو گھنٹے سے سیٹھ ٹیکا رام بیٹھے دماغ چاٹا کیے ---- کچھ کام نہ کرنے دیا۔ تم ہوتے تو میں ذرا دفتر چلا جاتا "۔
" بھیّا میرے سر میں تو اتنی طاقت ہے نہیں کہ ٹیکا رام جی کی بکواس برداشت کروں" پورن منہ بنانے لگا۔
" کچھ بھی ہو۔ بہر حال تم باہر جا کر بیٹھو"۔
" اچھا ہوا ڈانٹ پڑی۔ اب ٹھیک ہوئے" لتا مسکرائی، دروازے پر چکی سے ٹکر ہو گئی۔ وہ بھناتی ہوئی نکلی۔ پورن نے چٹکی بھری بسلی میں سارا میل ڈھل گیا۔ چکی چمک رہی تھی۔ غصے سے نہیں۔

پھول

"کھانے کا کمرہ — برآمدہ، بھابی جی — بڑے بھیا اور ہم؟"
آشا نے گلدان گنتے گنتے چونک کر پیچھے دیکھا۔ پورن دیا سلائی چبا رہے تھے۔

"میرے کمرے میں تو پھول بھی نہیں لگائے جاتے۔"

"لگاتی تو ہے چمکی ......"

"پھر بھی چمکی۔ چمکی لگاتی ہے تو کیا۔ سارے گھر میں تو پھول لگائے جائیں اور ہمارے کمرے میں نہیں۔ آج شکایت کر دوں گا۔"

"تو لگا دوں گی آپ کے کمرے میں بھی"۔ اور وہ بچے ہوئے پھولوں میں سے چھٹنے لگی۔

"جی نہیں۔ یہ مرے ہوئے سفید پھول نہیں۔ جیسے کسی مردے پر۔

والے جا رہے ہوں - یہ لگا ہے سُرخ والے۔ تو پھر آشا نے نہی لال لال
پھُول پورَن کے یہاں لگا دیئے۔ مگر اس کا دل دُھکڑ پکڑ کرتا رہا۔ جیسے وہ
چوری کر رہی ہو۔ اس نے کبھی اشد ضروری کام کے بغیر پورَن کے کمرے
میں قدم نہ رکھا تھا۔ اور جو کبھی آ جاتے تو؟
اور کھانے کے وقت پورَن نے آہستہ سے اُسے پھُول لگانے
کے شکریہ میں نمستے کیا۔ وہ جلدی سے تھالی لے کر بھاگ آئی۔ جب دوپہر
کو وہ برآمدے کے پاس سے ہو کر اپنے کمرے میں جانے لگی تو جیسے کسی
نے اُسے ٹھوکر ماردی۔ لال لال پھول موری کے پاس بکھرے پڑے تھے۔
تیز تیز قدم اٹھاتی وہ کوٹھری میں چلی گئی۔
"یہی سزا ہے تیری گستاخی کی!" وہ زمین پر لیٹی لیٹی اپنے جی میں کوستی
رہی جیسے کوئی بڑا واقعہ ہو گیا۔ شرم، خود سے نفرت اور نہ جانے کیا کیا
خیالات اُس کے پریشان دماغ میں گھومنے لگے۔ مرجھا بھی تو گئے نہ جانے
کب سے پڑے ہوں گے بچارے۔ سچ مچ بھی تو گئے۔ وہ سوچا کی ایک مخصوص
سیٹی کی آواز پہ وہ چونک پڑی، ویسے تو اُسے کام میں اتنی فرصت نہ ہوتی
کہ کچھ دیکھے اور دیکھا بھی کب جاتا تھا۔ مگر اکیلی کوٹھری میں جہاں کوئی نہ

جا سکے وہ درزوں میں سے زمین پر لیٹ کر دیکھتی تھی۔ وہ شریر مسکراتا ہوا
چہرہ غور سے دیکھنے میں کیسا ہے۔ دن میں ہزار مرتبہ دیکھ کر بھی وہ اسکی ایک
ایک ادا نہ یاد کر سکی تھی، بات یہ تھی وہ دیکھتی ہی نہ تھی چپلوں میں بڑے بڑے
سفید پیر اور دھاری دار پاجامہ کا کچھ حصہ آکر پھولوں کے پاس ٹھٹھک گیا۔
جیسے ٹھوکر لگی ہو۔ آشا نے سانس روک لی۔ دو ہاتھ جھکے اور بکھرے ہوئے پھولوں
کو سمیٹ لیا۔ آشا کی آنکھیں بند ہوگئیں اور وہ زمین سے چمٹ گئی! جی چاہتا
تھا اسی زمین میں ڈوب جائے۔ اسی نے تو یہ لال لال پھول چنے تھے۔

"یہ کس نے تازہ پھول پھینک دیئے۔ مفت کا باغ ہے نا۔" آواز
آئی اور چپلیں برآمدے میں چلی گئیں۔

آشا دیر تک ماتھا ٹیکے زمین پر لیٹی رہی۔ نئی زمین نے تو پھول کھلائے
ہیں لال لال!

جب وہ شام کو چھوٹے منے کی گاڑی پکڑے ٹہل رہی تھی تو پورن
نے آکر بچے کو پیار کرنا شروع کیا۔

"ارے منے تیرے گال تو جی چاہتا ہے کھا جاؤں۔ اور تو کتنا
نٹ کھٹ ہے۔ منے تو بڑا چپکا بنا رہتا ہے۔ پر میں خوب جانتا ہوں

ہے تو بہت خراب، ہر وقت کا کام۔ مجھے تو ہر وقت کام رہتا ہے۔ بھگوان کرے یہ کام تو دنیا ہی سے مٹ جائے۔ یہ تھوڑی کہ تو کبھی کسی سے بات بھی کرے آشا چپکی کھڑی ہینڈل گھماتی رہی۔" بات یہ ہے کہ تو سمجھتا ہے ہم بڑے ہیں۔ ہوا ہیں تجھے کھا جائیں گے؟

پورن نے سر اوپر اٹھا کر دیکھا۔ آشا اس کی آنکھیں دیکھ کر ڈر گئی۔" تم سمجھتی ہو کہ ہم شیر ہیں۔ پھاڑ کھاتے ہیں۔" اب وہ براہ راست آشا ہی سے کہہ رہا تھا۔ مگر خطاب منے ہی سے تھا۔" اور کیا عجب اگر بول دو تو ابھی کھا ہی لیں۔ آشا کی پریشانی سے اسے شاید رحم آگیا۔ اور پھر جھک گیا۔

"اور منے ــــ ہم نے وہ پھول اٹھا لئے ــــ دیکھو نا چکی بڑی بُری ہے۔ کیوں ہے نا؟ ــــ ہاں وہ تو بُری ہے ہی۔ وہ پھول لال لال منے کے گالوں جیسے۔ ہم نے اپنی دراز میں ڈال دیئے ہیں۔ سُنا۔ ہاں اور بھی تمہیں ڈھیر سا کام ہوگا ــــ اور کیا۔"

"جلیئے تشریف لے جائیے۔ جائیے۔" آشا گاڑی بڑھاتی چلی آئی۔

جب وہ اُن لال لال پھولوں کی کیاریوں کے پاس سے گزری
تو سارے پھول آہستہ آہستہ مسکرا رہے تھے۔ آنکھیں بند کئے
مسکرا رہے تھے!

ہولی

موسم بھی انسان سے کھلونے کی طرح کھیلتا ہے۔ گرمیوں میں جی چاہتا ہے۔ برف کے سمندر میں کود پڑیں۔ اور کوئی بولے تو منہ پر ماریں۔ گھِس گھِس گرمی، ہلکا ہلکا درد، پنکھا نہیں تو معلوم ہو کہ کوئی اُبال رہا ہے۔ ہولے ہولے، پنکھا چلاؤ تو سر گھوم جائے۔ توبہ! اور جاڑا۔ سُنسنی۔ نیند۔ ٹھنڈ ٹھنڈ۔ ہر چیز ٹھنڈی۔ دل بھی ٹھنڈا۔ بسنت آئی، ور کلّے پھوٹے۔ سوتی سوتی چیزیں کلبلائیں۔ بے بات رگ رگ میں شرارت نے چلبلاپن شروع کیا۔ بے سبب جلنے لگی، گدگدانا شروع کیا۔ اور ہر دل پر چپت پڑا ہوگا۔ اگر ہولی نہ آئے تو یہ دل دیوانہ ہو کر چھاتی پھاڑ کر نکل بھاگے۔ تھما دریا کتنی دیر تھمے! اور پھر جب بند میں دم بھی ہو۔ مگر بند باندھیں ہی کیوں، ہولی کے دن تو آشنا بھی جھوم نکلی۔ بھابی کی تو خیر صبح سے درگت ہی تھی۔ رنگ کی ڈلی

بنی ہوئی تھی - تین دھوتیاں بدل چکی تھی - اور پھر بھی کھال تک میں رنگ اُتر گیا تھا - یہ گلال میں کیا تاثیر ہوتی ہے - کیا کوئی کیمیاوی جزو ایسا بھی ہوتا ہے جو شراب کا اثر رکھتا ہے - جتنا ملو اتنا ہی انسان پر بھوت سوار ہو جاتا ہے -

آج تو بڑے بھیّا بھی نہ بچے تھے - بھابی کے بعد آشلا نے اُن ہی کی گت بنائی - کبھی کبھی بالٹی وہ انہی پر ڈالتی تھی - اور گلال بھی تھوپا اور خود کیا پھرتی سے سانپ کی طرح پھسل جاتی - اور ادھر پورن نے میدانِ حشر برپا کر رکھا تھا - جب بھابی اوندھی لیٹ گئی تو وہ بھولا کی تائی پر پھسل پڑا -

"ارے سنڈے میرا تیرا کیا میل" وہ مردانہ آواز میں غرّائی -

"ارے بھولا کی تائی - میرے سوا کس سے ہو سکتا ہے - دیکھو گے جنم میں تم ہمزدِ رمیری تھیں جیسی تو"

کھُلتے ہوئے بالوں میں ابرق اور گلال نے گلزار کھلا دیئے اور پھر بھولا کی تائی کی پرُ معنی اور دقیق گالیاں -

"ارے پورن ذرا سے آشا کر لے" بڑے بھیّا پناہ کھیا جھڑا نے کو بولے "اب ایسے بھگنو تو جاؤں - ڈال - ارے ڈال -"

لوگ چاروں طرف سے آشا کو شہ دینے لگے۔ اور وہ سستے پٹانی
پورن پورے جلال سے بڑھتا آرہا تھا۔

پانی تو آشا نے گلاس بھر کر ڈال دیا۔ گلاں کا ہاتھ رک گیا۔ اس
کے منہ پر رنگ نہ ہوتا تو کوئی دیکھتا کہکشاں کی بہار۔

پورن کیوں چوکے۔ اس نے تو اسے بے دم کر دیا۔ کیچڑ پچکاری ناک منہ
آنکھوں میں رنگ کی بدلیاں چھائی ہوئی اور آشا کا گھبرایا ہوا دل۔ پھر جو
پھسلا تو برآمدے سے نیچے۔

"مار ڈالے گا —— پورن کے بچے" بھابی چیل کی طرح جھپٹی۔

"دیکھو تو کیسا سوجا ہے" بھابی پیار سے آشا کا پیر سینکتی جاتی تھی اور
پورن کو صلواتیں سنا رہی تھی "آپے میں تھوڑا رہتا ہے"

ارے بھابی اب چھوڑو بھی۔ پورن، گر پاس ہی بیٹھ گیا اور روئی
سینک سینک کر بھابی کو دینے لگا۔

"شرم نہیں آتی —— یہ نہیں دیکھتے۔ دیر سے دیا اور یہ ذرا سی چھو کر
—— ہیش سے کھیلتے تب بتاتا او دیکھے" بھابی اپنے بھیا ہیش کو سب جانے
کیا سمجھے تھی۔

"مگر بھابی کوئی لڑکوں سے بھی ہولی کھیلتا ہوگا۔ جینش سے کیوں کھیلتا؟"

"تو پھر تجھے اس کمزوری بھی بس پالنا آتا ہے"۔

"میں بتاؤں بھابی" بھابی خود سے سننے لگی "یہ کہنا کہ ایک چھری لا دو، گردن پہ چلا دو۔ سمجھیں"۔

"ہائے رام! —— مگر ——"

"میں —— ہاں —— ن" کوئی رو دیا اور بھابی جھینپ۔ پونم روٹی سینکتا رہا۔

"خوب ڈانٹ پڑوانے کی ترکیب نکالی" وہ روٹی آشا کے پیر پہ رکھنے لگا۔ آشا نے روٹی لینی چاہی۔

"پیر سینک دوں۔ پھر بھابی سے ڈانٹ دلواؤ گی؟"

"نہ" آشا نے دونوں ہاتھوں سے پیر چھپا لیا "اب اچھا ہو گیا"۔

"خوب اتنی جلدی اچھا بھی ہو گیا"؟

"ہاں" آشا نے جلدی سے فیصلہ کیا۔

"میں کہتا ہوں! — بھئی! —— وہ لاچار ہو گیا۔

"دیکھو پھر میں کہہ دوں گا بھابی سے" وہ ڈرانے لگا۔

"کیا کہہ دیں گے؟" آشا پریشان ہو گئی ——— کتنے بہت سے چور تھے اس کے دل میں!

"یہی میں کہہ دوں گا ——— فوراً کہہ دوں گا" آشا ڈر کر تعجب سے اس کا چہرہ تکنے لگی "ہاں اب ٹھیک ہے" وہ اس کا پیر سینکنے لگا۔

"دیکھو بات یہ ہوئی ——— یہ بات ہوئی" وہ آشا کو باتوں میں لگا رہا تھا .... آشا سانس روکے ایسے سن رہی تھی گویا اب اس نے کوئی اہم راز کھولا اور اب کھولا۔

"سنو میں یہ کہہ دوں گا۔ میرا مطلب ہے اگر تم پیر ٹھیک سے نہ سینکنیں تب ——— کہہ دینا۔"

"کیا؟" آشا نے سراپا انتظار ہو کر کہا۔

"یہ کہہ دوں گا کہ ...... آشا مجھ سے نفرت کرتی ہے"

بھابی آگئی اور آشا گھبرا کر انگلیوں سے پیر مسلنے لگی۔ چوٹ کیسی دکھتی ہوئی چوٹ تھی۔ نفرت! نفرت تو آشا نے کسی سے کرنا سیکھی ہی نہ تھی۔ اندر پوروں سے وہ ——— نفرت!

آنکھ مچولی

پورن ایسا بچہ تو نہ تھا جتنا بقول بھابی بنتا تھا۔ اُسے لاڈ میں ہمیشہ بچہ ہی سمجھا گیا۔ اور پھر چلبلا پن طبیعت کا بچہ بنائے رکھتا تھا۔ جہاں اُسے موقع ملا اور نوکروں کے اور گھر کے بچوں کے ساتھ مل کر اودھم مچانا شروع کر دی۔ میلے سڑے بچے ننگے پیر گرمیوں گدّوں پہ چڑھ جاتے۔ وہ اودھم مچتی کہ بھابی کا سر گھوم جاتا اور ڈنڈا لے کے سارے بچوں پہ پل پڑتی۔

دو روز بعد کلا جی اپنے میکے آ رہی تھیں۔ بھابی نند کی خاطر سارا گھر جھاڑ پھینک رہی تھی۔ کئی دن سے پورن کے لئے تو گھر مصیبت ہو گیا تھا۔ جدھر دیکھو جھاڑ پونچھ، دم الٹ گیا۔ اُس کے خود سے کرسی پر بھابی کا راج تھا۔ نند کے ساتھ نندوئی بھی آ رہے تھے اور ماتا جی کا گھبراہٹ کے مارے بُرا حال تھا۔ بڑے جاگیر دار تھے۔ اور پھر نہ جانے کیا عجب اور

سمدھیانہ بڑھ جائے۔ کملا کی چھوٹی نند شانتا کنواری تھی۔ اور پورن بھی اب جوان ہو گیا تھا۔

پورن بچوں کے ساتھ نہ جانے کس وقت ڈرائنگ روم میں گھس آیا اور شروع ہو گئی آنکھ مچولی۔ جب آشا شامت اعمال سے کمرہ درست کرنے آئی تو غدر برپا تھا۔

"باہر جائیے! کمرہ صاف ہو گا" اُس نے کاروباری لہجہ میں کہا۔

"اب یہ کمرہ صاف ہونے لگا"

"جی ہاں" اُس نے آہستہ سے کہا اور کرسیاں ہٹانے لگی۔

"جی نہیں ...... ! نہیں ہو گا۔ سارے کمرے صاف ہی ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ واہ —— ! ہم یہاں کھیل رہے ہیں۔ آؤ تم بھی کھیلو آشا!

"ہاں —— ہاں ——" بچے چمٹ گئے۔

"ہاں آپا بھی کھیلیں گی۔ رانی بنیں گی"

"نہیں۔ ہوں نہیں کھیلتی۔ نہیں بھئی ہوں نہیں" مگر پورن نے اُسے پکڑ کر کرسی پر بٹھا دیا "ہاں بھئی اب شروع کرو ہم چور" اور وہ

زمین پر پھسکڑا مار کر بیٹھ گیا " لو بھئی ایمان داری سے آنکھ مچوں" اُس نے
آشا کے گھٹنے پر ماتھا ٹیک دیا۔

" جی نہیں۔ بھابی نے کہا ہے "۔

" کچھ نہیں کہا ہے ـــــ ہاں مچو ـــــ جلدی جلدی اور وہ اُس کی
ساڑھی کے آنچل سے اپنی آنکھیں پانا رگڑنے لگا۔

" بنسی چاچا بے ایمانی کی نہیں " نرمل بیوپاری کا پٹیا تھا نا۔

" ارے یہ تمہاری آشا جی جی بے ایمانی کر رہی ہیں۔ دیکھو ابا نرملدی
سے مچو ـــــ یوں ـــــ ایسے ہاں " آشا کے دونوں ہاتھ پورن نے اپنی
آنکھوں پر رکھ لئے۔ آشا کے حواس غائب اُکھڑی اُکھڑی بھاگنے پر تیار
مگر بچے چھپ گئے اور کھیل شروع بھی ہو گیا۔

" دیکھو بھئی یہ بے ایمانی ہے " آشا نے ہاتھ چھڑانا چاہا۔

" ہاں۔ کھا جاتا ہوں میں۔ آخر تم مجھ سے اتنا ڈرتی کیوں ہو۔ تمہارا
ڈر نکال کر چھوڑوں گا۔ سمجھیں آشا دیوی! سنو میں نے تمہیں کبھی دکھ پہنچایا
ہے۔ جو تم مجھے دیکھتے ہی گھبرا جاتی ہو۔ آشا آخر کیوں بھیا سے خوب
بولتی ہو۔ بھابی سے گھل گھل کر باتیں ہوتی ہیں۔ بھولا کی تائی تک

سے ہنس ہنس کر دوستی کی جاتی ہے۔ ایک میں ہی ہوں۔ بولو۔"

وہ آنکھیں کھولے آنکھ مچولی کے قوانین توڑ رہا تھا۔ مگر آشا کی بُری حالت تھی۔

"چھوٹے بھیّا! دیکھئے۔ اچھا میں پھر کمرہ صاف کر دوں گی۔ آپ کھیل لیجیے!"

"میں کھیل رہا ہوں — لوٹن کی آنکھیں بڑے بھیّا سے بھی زیادہ سنجیدہ تھیں — تمہیں میں ہر وقت ہی کھیلتا نظر آتا ہوں۔ یہ سب کھیل ہے زندگی — میری زندگی — میری — میری تمام باتیں — یہ سب کھیل ہیں؟ تم اسے کھیل سمجھتی ہو آشا؟

میں تم سے کھیل رہا ہوں؟ — تمہیں کیسے یقین دلاؤں آشا!"

"چھوٹے! کوئی بچہ پکارا۔

"کہ یہ کھیل — میں کھیل نہیں رہا ہوں آشا۔ سُنو! میں۔ میر :

وہ پریشان ہو کر اپنے ہونٹ چبانے لگا۔

"ارے بھئی چھوٹے!!" ذرا بے چین ہو کر نرمل بولا۔ صوفے کے نیچے جُھکے جُھکے اس کی گردن دُکھ گئی تھی۔

"تم...... کہیں نہ سمجھو! یہ ماتما کے لیے - کوئی میں بچہ ہوں۔ سنو

آشا تم اگر مجھ سے نفرت کرتی ہو تو ٹھیک بات ہے - بالکل ٹھیک -

اب میں سمجھ گیا تم مجھ سے نفرت کرتی ہو"

آشا بے کلی سے سر جھکائے بیٹھی تھی - اُس نے بمشکل پورن کی طرف

دیکھا - وہ کوئی بچہ نہ تھی - بلکہ بدقسمتی سے وہ بچہ نہ تھی - وہ خوب سمجھ رہی

تھی - آج سے نہیں - نہ جانے کتنے دن سے اس کا رُواں رُواں سمجھ رہا

تھا -

"کیا بی آتی ہوں گی" - اُس نے اس کا سر ہٹانا چاہا -

"جاچا ---- بھی بیچھونے ---- ہم نہیں کھیلتے" - شیلہ یہ بڑائی کہیں

کرنے ہیں سے -

"بس میری بات کا جواب دو - تمہیں مجھ سے نفرت ہے"

"آشا کو تھوڑی دیر تک سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی اور پھر تو وہ

اپنی آنکھیں تو اٹھاتے کانپ رہی تھی - مگر اُس نے ہمت کی نہ جانے

کیسے - بس سر اٹھا کر اس نے پورن کی آنکھوں میں اپنا جواب ڈال دیا -

اور پھر اُس کا چہرہ دونوں ہاتھوں پر جھک گیا -

"آشا" بھابی کی آواز آئی —— پورن جیسے سکتے میں بیٹھا خوب پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ سنجیدگی جو ذرا دیر پہلے اس کے چہرے کو نیم مردہ بنائے تھی۔ یک لخت کافور ہو گئی۔ ایک سیکنڈ کو وہ رکا اور پھر "چھپنے" مسرت اور جذبات کا چشمہ سا بہہ نکلا اور وہ بچوں میں اُلجھ گیا۔ آشا جیسے کچھ بکھری ہوئی چیز سمیٹنے انگیٹھی کے پاس جھک گئی۔ وہ ڈر کے مارے آنکھیں میچے ہوئے جلدی جلدی قالین پر ٹٹول رہی تھی۔ اس کا جی چاہتا تھا۔ زمین میں اُترتی چلی جائے۔ اور ٹھیک اس کے کلیجہ میں چھپ جائے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" بھابی نے ٹھٹک کر چیخ پکار میں جا کر پوچھا۔

"آنکھ مچولی —— بھابی ——! پورن نے مست شرابی کی طرح جھوم کر کہا۔" آؤ تم بھی کھیلو۔"

"چور کے بیں جائیے آنکھ مچولی۔ آشا! یہ کمرہ صاف ہو رہا ہے؟"

"بات یہ ہے بھابی کہ ہم آنکھ مچولی کھیل رہے تھے اور —— آشا جی جی دائی بنی تھی۔"

"ہاں —— اور —— بھابی دائی بنے گی۔" وہ بھابی کو گود میں اُٹھا کر گھومنے لگا۔

"ہائے پورن ——— ارے پورن ——— پھر مجھے" بھابی سے گدگدیاں اتنی ہوئیں کہ وہ بچوں کو ڈانٹنا بھول بھال اپنی جان چھڑانے لگی۔"

دیورانی

دیور جتنا چھوٹا لفظ ہے اتنا ہی دیورانی سوکھا سا کھا۔ جب تک دیورانی نہیں آتی بھابی ہی گھر کی رانی ہوتی ہے اور دیور جی کی دلچسپی کا مرکز! ادھر آئی دیورانی اُدھر چلا دیور۔ اب وہ ہر بات آکر بھابی ہی کے کان میں نہیں کہتا بلکہ چپکے چپکے اپنی رانی سے بھابی کی شکایتیں سن سن کر زہریلا کانٹا بنتا جاتا ہے۔ وہی بھابی جسے دیکھے بنا کھانا کڑوا لگے۔ جسے دلانے بنا مزہ ملے اور نہ دیکھنے پر گلے میں باہیں ڈالنے کو ملیں۔ جب رانی آجاتی ہے۔ تو نمستے بھابی جی" رہ جاتی ہے۔

"بھابی تب تو نہ ہو جائیں گے۔ وہ تیری گت بنائیں گے کہ یاد ہی کرے گا"
بھابی کی شادی کے ذکر پہ بولا۔

"اونہہ! دو نہ ہو جائیں کہ چار ہو جائیں۔ تم بھی سر اپھٹو گے اور وہ بھی؟"

"اور بھابی تم اُسے مارو گی۔ جی نہ دکھے گا تمہارا؟"

"شرارت کرے گی تو پٹے ہی گی"

"اور جو وہ بہت بھولی بھالی ہوئی تب؟" پورن نے آشا کو اُچٹتی ہوئی نگاہ سے دیکھا جو مُنّے کو لئے گھاس پہ ذرا دور بیٹھی تھی۔

"بھگوان نہ کرے جو تیری بہو بھولی ہو۔ چباڈالے گا تو پھر اُسے"

"ارے بھابی ـــــ توبہ توبہ ـــــ کوئی میں کتا ہوں۔ واہ کیا سمجھ لیا ہے تم لوگوں نے مجھے؟"

"بس ہم تو کوئی سُندر سی ڈھونڈ رہے ہیں"

"ڈھونڈ رہی ہو ـــــ واہ کب تک ڈھونڈو گی؟ جب بوڑھا ہو جاؤں گا۔ تب ڈھونڈ چکو گی"

"ہے تو بھی ایک نظر میں ـــــ ایسی سُندر ہے کہ کیا بتائیے"

"سچ بھابی؟ اور میری بھی نظر میں ایک بہت سُندر سی ہے"

آشا جلدی سے مُنّے کے سر کی آڑ لینے لگی۔ بہانہ نہ ملتا تو وہ کبھی کی بھاگ گئی ہوتی۔

"بھلا کہاں ہوتی تمہاری نظر میں؟ ـــــ چل جھوٹے پورن تو نے

دیکھا ہے ۔۔۔ کملا کی نند کو؟"

"کملا کی نند کو تو نہیں ۔ہاں ۔۔۔ کمل دیکھا ہے"۔

"وہ آشا کی آنکھیں ڈھونڈنے لگا ۔ مگر وہ ایسے گھاس کو گھور رہی تھی گویا اس میں کہیں گھسنے کے لئے سوراخ تلاش کر رہی ہو۔

"کیا شانتا بھی آ رہی ہے؟" بڑے بھیا جی بولے ۔ جو ذرا ہٹ کر آرام کرسی میں لیٹے اخبار پڑھ رہے تھے ۔

"نہیں ۔ آ تو نہیں رہی ہے ۔ پر تم نے دیکھا ہے اُسے؟"

"ہاں چھوٹی سی کو دیکھا تھا ۔ ایف ۔ اے میں پڑھتی ہے شاید؟"

"اور کیا؟" بھابی منّے کو سنبھالنے لگی ۔ جو آشا کے پاس سے رینگ آیا تھا ۔ اور وہ نا کچھ کھوئی سی بھاگنے کا بہانہ ڈھونڈ رہی تھی ۔ وہ اٹھنے ہی والی تھی کہ بھابی بولی ۔

"آشا اسے لے بلا کو ۔۔۔" آشا لینے لگی مگر منّا اکڑ گیا ۔ اور پورن پہ چڑھ آیا ۔

"دیکھو بھابی کتنا ہی مارتا ہوں مگر بڑا ہی ڈھیٹ ہے ۔ ہنستا ہی رہتا ہے"۔

"تم نے ہی کر دیا ڈھیٹ اُسے۔"

"بھئی بھابی اپنی دیورانی تو تم منے کی شکل کی ڈھونڈ کر لانا۔" آج دیورانی کے ذکر میں پورن کو چاٹ کا مزہ آرہا تھا۔

"اوہو —— کیا مثال دی ہے۔ اُس بندر کی شکل کی۔"

اچھا تو پھر اپنی شکل کی لانا —— منی سی، دُبلی پتلی۔ یہ کیا بات ہے کہ بھابی تمہارے چندر جیسے بھائی تو ہیں اور بہن ایک بھی نہیں۔"

"بھابی اپنی ننھی سی بہن کو یاد کرنے لگی جو چیچک میں مر گئی ورنہ اس سے اچھی دیورانی کون ہو سکتی تھی۔ اور وہ اس کا ذکر کرنے لگی کہ کیسے گھٹنیوں وہ چلتی تھی۔ اور تُتلاتی اور اس سے لڑتی تھی۔

"ارے ہے بھابی بھلا اتنی سی تُتلی بیوی کس کام کی؟"

"اوئی تو کیا وہ اب بھی تُتلی ہی ہوتی۔ نرمل سے چار سال بڑی تھی۔ خاصی بارہ تیرہ کی ہوتی۔

"اونہہ نک یہ بات نہیں اپنی آئی —— بھئی یہ آخر بڑے بھیا میں کیا لال جڑے ہیں۔ کہ اُن کی بیوی اتنی اچھی۔ بھیا ہر بات میں اوّل رہتے ہیں۔ دُنیا میں پہلے آپ آئے اور پہلے ہی سے اتنی اچھی بیوی جھپٹ لی۔

آخر میں کیوں پہلے نہ پیدا ہوا؟

"چل ہٹ"۔ بھابی شرما گئی اور بڑے بھیا بھی بیوی کی تعریف حسن سے جیب کر مسکرانے لگے۔ یہ پورن ہمیشہ ایسے ہی بکا کیا تھا۔

"ارے"! پورن اپنے قلم کا دردناک حشر دیکھ کر تڑپ گیا بھیا نے نہ جانے کب اس کی جیب سے نکال کر اس سے زمین کھودنی شروع کی اور اب جو اس میں سے سیاہی نکل رہی تھی۔ وہ مزے سے منہ بنا بنا کر پی رہا تھا۔

"اے ہے — جبھی میں کہوں کیسا چپکا پیٹھ کئے بیٹھا ہے۔"

"پاجی کہیں کے"! پورن نے اس کے گال نوچے اور اس کی موٹی موٹی ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ لیا۔

"اے واہ چل پرے بچے کو چھوڑ۔"

"آج بھابی اسے مار ڈالوں گا...... اکیس روپے کا قلم تھا میرا۔"

"چلو تم اس کے ابا کا قلم لے لینا۔ ان کے پاس دو ہیں۔"

"ہم کسی کے ابا وبا کا قلم نہیں لیں گے۔ آج اس کی بوٹیاں کروں گا۔" پورن نے اسے گھٹنوں پر بٹھا لیا — "کیوں رے شیطان، اے شیطان

نے ایک طمانچہ دیا سیاہی بھرے ہاتھ کا۔

اور بھابی ہنسی کے مارے گھاس پہ اوندھی ہو گئی۔

"ہنستی کیا ہو ـــ اب تم دیکھتی جاؤ میں کیا کرتا ہوں اس کے ساتھ۔" اس نے بچے کو اٹھا کر ہوا میں اچھالنا شروع کیا۔ اور پھر الٹا لٹکا کر ٹانگیں پکڑ کر جھلانے لگا۔

"ہائے پورن ـــ میرا بھیا ـــ اوئی ـــ اس کی آنتیں لوٹ جائیں گی ـــ ہائے میرا بچہ ـــ" بھابی رونے پہ تیار تھی۔ مگر منا بیلی سیاہی لتھڑے ہوئے منہ سے ہنسے جا رہا تھا۔ اور جب بھابی اسے لینے لگی تو پورن کے کندھے سے لپٹ گیا۔

"بجتی بڑا پکا ہے۔" اس کے باپ بولے۔

"کیوں نہ مانے گا ـــ" پورن نے اس کا کلا پکڑ کر کھینچا۔ تب ذرا وہ بسورا بھابی چیخی اور آشا سے بچے کو چھین لے گئی۔

"بھیر جا۔ پورن یاد رکھیو تیرے بچوں کی بھی یہی گت نہ بنائی ہو تو نام نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔"

"ابھی ہوش میں۔ میرے بچے ست کے تھوڑی ہوں گے۔"

"اور کیا میرے مفت کے ہیں"

"نہ ہوں گے۔ مول لائی ہوگی۔ مگر میرے بچوں کو تم نہیں مار سکتیں"

"کیوں جی کیوں نہیں اور تم مارو"

نہیں مار سکتیں بچا لیں گے ـــــ کوئی بچا ہی لے گا۔ جب تمہارے بچے بچا لیے جا سکتے ہیں۔ تو ہمارے کیوں نہ کوئی بچائے گا"

"ارے تیرے بچوں کو مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ تو نے میرے بچوں کو ایسا ایسا مارا ہے کہ بس"

"واہ بھئی یہ خوب! ہمارے بھیا بچا لیں گے۔ اور کوئی بچا لے گا۔ آشا بچا لیں گی ـــــ کیوں آشا" آشا جلدی سے منے کے جوتے کی گھنڈی ٹٹولنے لگی۔

ہاٹ

آشا کو راجہ صاحب کے یہاں آئے سال ہونے کو آیا۔ گاؤں کیوں جاتی اور کون بلاتا۔ مگر گاؤں میں ہاٹ لگ رہی تھی۔ اور ایسے وقت میں رنجی کی ماں کو آشا بھی یاد آ گئی۔ قرض ادھار کرکے رنجی نے نیا جوڑا بنایا۔ ماں بیٹے۔ راجہ صاحب کے یہاں پہنچے۔ آشا اکیلی جانے میں ذرا ڈگمگا رہی تھی کہ رنجی کی ماں نے چمکی کو بھی ساتھ لے لیا۔ اور یہ چھوٹا سا قافلہ چلا۔ رنجی کی ماں خاصا چل سکتی تھی۔ مگر وہ راستہ ہی میں کسی سے گپیں مارتے رہ گئی۔ اور رنجی۔ آشا اور چمکی کو لے کر چلے۔ ہاٹ کی شان، راستہ کی دھکا پیل اور بھیڑ بھاڑ ہی سے معلوم ہو رہی تھی۔ علاوہ رنگ برنگی چنریوں، پگڑیوں اور ٹوپیوں کے سینکڑوں کھلونے والے کاغذ کے پنکھے اور چڑیاں لمبے سے بانس میں لٹکائے بیچتے چلے جا رہے تھے۔ گزک اور چاٹ کے خوانچے اور

تیل کی مٹھائیاں مع مکھیوں کی بھنکار کے، رنگین چنادں والے اور موتیوں کی کنٹھیوں والے سوداگر سبھی ہاٹ کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ اور ساتھ ساتھ سینکڑوں لاوارث گدھے، دکھی گائیں۔ کتے کتنے ہی تندہی سے ہاٹ کی رونق افزائی کی بھیڑ بھی لیے ہوئے تھے۔ اور ہاٹ میں تو معلوم ہوتا تھا۔ دور دور کے جنت نیچے اتر آئی ہے۔ علاوہ بانس اور کاغذ سے بنی ہوئی تعزیہ نما دکانوں کے زمین ہی پر ہزاروں بیش قیمت اشیا بک رہی تھیں۔ جاپانی کھلونے اجی کی موتیوں، ربڑ کے غبارے اور سیٹیوں کے پیپیے جنہیں بجا بجا کر فروخت کرنے والے آئے۔ حواس گم کیے دے رہے تھے۔ ان کے علاوہ جیالوا اور بزور پانچ پیر کی گائے۔ دو سر کے بچھڑے کا لاشہ، آدمی کے منہ جیسی ہرنی عجیب و غریب کرتب دکھانے والا مداری اور بسندروں سے بھی زیادہ پھرتی سے بانسوں پر اُچکنے والے۔

اور آج بالکل انگریزی چال دو تین لڑکیوں کو سیر کرا رہے تھے آرڈر کی چاٹ، رہی بڑے اور تل پاپڑی وا در دلا چکے تھے۔ کاگری کنارے کا صافہ ان کے سیاہ رنگ پر چھوٹا نکل رہا تھا۔ اور دستاری دھاریلی قمیص

کو وامن ہوائی شرارتوں سے تڑپ کر ان کی باریک دھوتی میں جھلکتے ہوئے
گلابی جانگیے کا حسن بجھڑ کا رہی تھی۔ نئے چار خانہ کے کوٹ سے سُرخ ربڑ کی
مدست بالوں دار ٹھنگنی پنڈلیوں پر بے جب رہے تھے۔ اور پھر گلٹ کی
بڑی بڑی انگوٹھیاں اور سُرخ جاپانی ریشم کے رومال تم دل کھینچے لیتا
تھا۔ کئی بار مہترانی نے آنکھیں بھی مٹکائیں۔ روپا کی بیوہ بہو شرمائی اور
دو چار یار دوستوں نے گالیاں بھی گنگنائیں۔ مگر بدھی اس وقت بہت
اونچی سوسائٹی میں تھے۔ وہ آنکھیں گھماتے پیچھے کا آگے کو نکلا ہوا چکنا
سینہ آگے بڑھ گئے۔

آشا نانی کی زندگی میں ہاٹ تو ہاٹ کبھی نکڑ کی دکان سے پیسے کا تیل
لینے بھی نہ گئی۔ طرح طرح کی چیزیں عجیب عجیب انسان نئے نئے کھیل
تماشے دیکھ کر اُسے چلنا بھی یاد نہ رہا۔ وہ ہر سامنے والے سے ٹکرا
جاتی اور ہر پیچھے آنے والا اس کو منہ کے بل دھکیل دیتا۔ اور اس کا دھکا جیل
میں وہ لال گھوڑی پر بیٹ لگانے پڑوں کو دیکھ کر تو سچ مچ اوندھی ہو گئی نہ
جانے کیوں اس کا دل چاہا کہ کہیں چھپ جائے مگر پٹرن زمینداری کی
شان میں اکڑ منہ آگے نکل گئے اور اس کی جان میں جان آئی۔

لیکن ذرا سی ہی دیر کے بعد۔ جب وہ خربوزے کے بیجوں کی بھونگیوں
کا موں کر رہی تھی۔ تربوزوں بالکل ہی قریب آن جمے۔ انھوں نے شاید اسے
دیکھ لیا۔ مگر دیکھ لیتے تو اُن کے دانت کیوں چھپے رہتے۔ اور یہ دونوں
ہونٹوں کے بیچ میں بھنچ گیسی۔ بھونگیاں چھوڑ چھاڑ وہ جلدی سے آگے بڑھ
گئی مگر لال گھوڑی کہیں بھیڑ سے رُک گئی تھی۔ وہ جب کٹھ پتلی کا تماشہ دیکھ
رہی تھی۔ جب رنگ برنگے چٹلے چُن رہی تھی جب۔ اور پھر جب وہ سوڈا
پی رہی تھی ـــــ اور غضب تو جب وہ رنجی کے ہاتھ سے چاندی کے ورق
کا بیڑا لینے میں حیل و حجت کر رہی تھی۔ گھوڑی سر پہ سوار ہو گئی۔ اندا سوار؟
سوار تو گھوڑی پہ سما رہی تھا۔ ہاں اس کی بھنویں الدیڑھی ہو گئیں اور
چہرہ بھبک اُٹھا۔ آشا کی انگلیوں سے بیڑا چھوٹ پڑا اور زمین پر سہ کھول
کر پھیل گیا۔ خیر دوسرا سہی۔ کری دا قتی میں چاندی کا ورق تھوڑی تھا۔
گلٹ وغیرہ کا ہوگا۔ اور سونے پہ سہاگہ یہ کہ چکی نہ جانے کدھر جھپک گئی!
ابھی تو کلمڑی بھیی کو چڑیاں گنا رہی تھی اور ایک دم سے اُڑ گئی۔

"اب گھر چلو۔ چکی کہاں ہے"۔ آشا نے ایک نامعلوم خوف کو
چھپا کر کہا۔

"ابھی سے ——— ابھی تو دن پڑا ہے" حالانکہ مشرق سانولی ہو چلی تھی۔ مگر رنجی سورما کی طرح سینہ تانے چل رہے تھے۔ آج بے طرح اُن پہ رنگ چڑھا ہوا تھا۔ پان پہ پان پیسے جا رہے تھے۔ اور بنڈل کی بنڈل بیڑیاں بھسم کر ڈالی تھیں۔ پھر اُن کی چال مستانہ اور بیڑیوں کا دھواں گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

"چمکی کہاں چلی گئی۔ مجھ سے کہا تک نہیں۔"

"چھمی وغیرہ کے سنگ ہو گی۔ چلو کشتی دیکھو گی؟"

"نہیں!" آشا جلدی سے سر ہلا کر بولی۔ بھلا کوئی کشتی بھی دیکھنے کی چیز ہے ننگے گوشت کے ڈھیرے دھول میں لوٹ رہے ہیں۔ آس پاس کھڑے ہوئے غنڈے گالیوں کے ساتھ نئی نئی بھیانک ترکیبیں بتاتے ہیں۔ آشا کو خیال سے ہی جھرجھری آ گئی۔ وہ دُور سے ہی لمبے پہلوانوں کی ننگی رانیں دیکھ کر لرز گئی۔

"تو چلو شربت پئیں۔ چمکی مل جائے گی۔ تم ڈرتی کیوں ہو؟" رنجی ذرا اور پاس چلنے لگے۔

شربت کی دکان پہ آشا کے اور بھی اُڑے حواس جاتے رہے۔

شربت پینے والے ڈراونے انداز میں کچھ گھر سے اور کچھ زمین پر لوٹ رہے تھے۔ ایک گرامو فون اپنی پوری رفتار سے کائیں کائیں کوئی ریکارڈ بجا رہا تھا جیسے ہی یہ دونوں پاس پہنچے انھوں نے بے تکی باتیں بکنی شروع کیں۔ گدلی اور بلغم کے رنگ کی پیلی پیلی آنکھیں عجیب عجیب اشارے کرنے لگیں اور پھر شرارت کی میٹھی میٹھی سرانڈ، بیڑیوں کا دھواں اور غلیظ فقرے آشا کا جی متلانے لگا۔

"یہاں سے چلو" وہ روتی آواز میں بولی۔ اُس نے لال گھوڑی اور اُس کے لال آنکھوں والے سوار کو بھی تو دیکھ لیا تھا۔

"بس ابھی چلو —— چلو ——" وہ ایک طرف چلنے لگی۔

ادھر کہاں —— آؤ میں چلتا تو ہوں۔" رنجی آشا سے ڈرتا بھی تھا دوسرے لوگوں کے فقرے اُسے اور بوکھلائے دے رہے تھے۔ تیسرے لال پگڑی والے سپاہی کی آنکھیں بڑی دیر سے اُسے پُر معنی انداز سے گھور رہی تھیں۔

"تم ذرا یہاں ٹھیرو۔ میں ابھی چکی کر لاتا ہوں۔"

رنجی تھوڑی دیر ذرا حواس درست کرنے کے لئے الگ چل دیا ورنہ

وہ خوب جانتا تھا کہ چمکی خود ہی ملنا چاہے گی تو ملے گی۔ آشا ٹٹی کا سہارا لے
کر دل کو سنبھالنے لگی۔

"ہوں —— تو یہ مزے ہیں"۔ آشا نے چونک کر اُدھر دیکھا اور اگر
وہ جلدی سے نہ ہٹ جاتی لال گھوڑی ضرور اُسے دل کے رکھ دیتی۔

"یہ تمہارے ساتھ بدمعاش کون ہے"۔ شرافت اور رقابت کا جوڑ
تو نہیں پھر بھی پورن کبھی وہ دفعہ ایک بات پر غور کیا کرتا تھا۔

"رنجی"۔ آشا نے ٹی کہہ نتھنے کریدتے ہوئے کہا۔

رنجی —— نام تو بہت پیارا ہے —— مجھے نہیں معلوم تھا شربت سے
بھی دلچسپی ہے۔ آشا نے شربت کی طرف آنکھ بھی کب اٹھائی اور وہ شربت
تھا کم بخت کتے کی قے جیسی تر پُرتی۔

"تمہیں اکیلے آنے کی کس نے اجازت دی"۔

"چمکی —— آئی ہے"۔

"مگر تم آئیں ہی کیوں —— اور پھر اس طرح بیڑے چباتے اور تاڑی
پیتے تمہیں شرم نہیں آتی"۔ پورن نے جی سنبھال کر کہا ورنہ معلوم تو
یہ ہوتا تھا۔ جیسے بس چلے تو اس ہنڑے اس کی کھال اُدھیڑ دے۔ جو وہ

ٹٹی کے بانسوں پر تائیں کھا کھا کر مار رہا تھا۔ کاش وہ آشا کی کھال ہنٹر سے نوچ ڈالتا۔ مگر ایسے تو نہ بولتا۔ اسے جواب بھی دینا نہ آیا۔

"تمہارا جی چاہے جو کرو۔ مگر یاد رکھو سب جانتے ہیں کہ تم ہمارے گھر کی نوکر ہو۔ بدنامی تو پتاجی کی ہوگی۔" آشا کو حیرت ہو رہی تھی۔ کہ پورن اتنے گندے الفاظ بھی جانتا ہے۔ ہاں وہ اس کی نوکر تھی۔ نوکر ہی تو تھی، اس کا جی چاہا ٹٹی کے کھردرے تنکوں سے اپنے ہاتھ چھیل کر خون بہا لے اور کلیجہ پھاڑ کر رودے۔ ویسے ہی کلیجہ پر اتنی دیر سے پتھر رکھا ہوا تھا۔

اور بہنیں کتنی بھولی تھیں۔ اگر کوئی ذرا سی بات پوچھے تو ایسے لڑ جائیں گویا ہیں بڑی بھولی بچی ——! مجھے نہیں معلوم تھا۔" پورن چبا چبا کر اس کے منہ پر سخت سخت کنکر جیسے مار رہا تھا۔ اور وہ اور بھی دور رہتی تھی، گھوڑی سے چپکی سے پیر مار رہی تھی۔ اور ہنٹر بانس پر سڑاک سڑاک چیخ رہا تھا۔

گھوڑی ایک دم سے تڑپی۔ پورن نے اپنا سارا زور لگا کر اس کی پسلیوں میں اپنی ایڑیاں گڑا دیں۔ وہ زور سے چھینکی اور آشا کو پس جانے سے بال بال بچنا چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔ گھوڑی بھی اس کے جسم میں نفو کسا

رہی تھی۔

مگر اس کے لئے زیادہ دیر کھڑے رہنا دوبھر ہو گیا۔ ہر پھیر کر چند غنڈے اُس کے پاس سے کھانستے گزر گئے۔ اور پھر رسیلے گیت جھاڑنے شروع کئے۔ آشا ڈر کے بھاگی۔ وہ ایک ذرا دُور کھڑے آہستہ آہستہ رالیں ٹپکا کر میٹھی میٹھی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور قریب قریب سب اُس پر عاشق ہو چکے تھے۔ وہ سخت متحیر تھی کہ اتنی جلدی سے وہ کس طرح اس قدر تندہی سے عاشق ہو سکے ہوں گے۔ وہ وہاں سے ہٹ کر بیچوں بیچ میں کھمبے کے پاس کھڑی ہو کر چاروں طرف پریشان آنکھوں سے گھورنے لگی۔

ذرا ہی دُور پر اُس نے دیکھا چمکی سہیلیوں کے ہجوم میں شرما شرما کر گھوڑی کے بانکے سوار سے بول رہی تھی۔ جس کی آنکھیں تو ہیٹ کے نیچے تھیں۔ مگر ہونٹ شرارت سے پھڑک رہے تھے۔

"آتش بازی نہیں دیکھو گی؟" چمکی نے آشا کی چلو چلو پہ حیرت سے کہا۔ "واہ آتش بازی کا سارا مزہ ہے۔ آج چھوٹے بھیا بھی ہیں، دیکھا تُو نے؟ میلے بڑے ہیں؟" چمکی نے ہنسی روک کر مُنہ سکیڑا۔ لیکے سبھوں کے

سامنے کیسے لگے چکی گھوڑے پر بیٹھے گی۔ تھک گئی ہو گی۔ ہونہہ

چکی کو آتش بازی اچھی طرح سمجھائی بھی نہ دی۔ اس کے سینے میں خود آتش بازی سی چھوٹ رہی تھی۔ ہماری زندگی کے واقعات بھی کس قدر آتشبازی سے ملتے جلتے ہوتے ہیں!

وہ انار سا چھوٹا، جگمگ کرتا ہوا بگولا سا اٹھا اور رواں رواں چمک اٹھا اور پھر وہ تاریکی۔ وہ پھلجھڑی چھوٹی۔ روح کی گہرائیاں تک کوند اٹھیں اور پھر اندھیرا گھپ! اور پھر زندگی کیسی پھیکی پھیکی لگتی ہے۔ جیسے بار بار جل جانے کے بعد انار کا خالی مٹی کا خول یا پھلجھڑی کا تار!!

نفرت

جب ہاٹ سے تھکی ہاری آشا اپنی کوٹھری میں پہنچی تو اس کا بدن پکے پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ جب اُس نے پیروں کے چھالوں پر سے مٹی ہٹانے کے لیے پانی ڈالا۔ تو دُکھ کے مارے نسیں اکڑ گئیں اور پسینہ آگیا۔ مگر اُن سے زیادہ بڑے بڑے آبلے اُس کے دل اور دماغ میں پڑ گئے تھے۔ اس کا جی چاہتا تھا۔ کہ سب سو جائیں تو وہ خوب تکیہ میں مُنہ گھونٹ کر روئے۔ ضبط کی وجہ سے کنپٹیاں پھٹی جا رہی تھیں۔ بھوؤں میں دکھن تھی۔ بدن تو تھا ہی تھا۔ آخر اُس کا دل کیوں اس قدر کمزور تھا۔ نانی اُسے سنتو نسی کہا کرتی تھی۔ مگر اس میں اس کا کیا قصور تھا۔ اُسے تو کچھ دُنیا میں آنے کی ایسی جلدی بھی نہ تھی، یہ تو اس کی کمسن ماں تھی۔ جو کہیں پھسل پھسلا گئی ہو گی۔ اور وہ قبل از وقت دُنیا میں آ گئی۔

کھانے پر سائمن نے دیکھا کہ پورن نے تو بھابی کو چھیڑا نہ بچوں کے چٹکیاں لیں اور نہ یونہی بات بے بات قہقہے لگائے۔

"ارے آج تو بڑے چپکے بیٹھے ہیں" بھابی نے کہا مگر پورن نہ جانے کیا دیکھ رہا تھا۔ بھابی نے شرارت سے چمچہ بھر نمک اس کے شوربے کی رکابی میں ڈال دیا۔ اور اس کا کاندھا ہلا دیا۔

"ارے کیا سو رہے ہو۔ کیا ساری رات تمہارے لیے کھانا لگا رہے گا"

پورن جلدی جلدی شوربہ پینے لگا۔

"اچھا بھابی میری بھی کبھی باری آئے گی" پورن سب کے ہنسنے سے آج کھسیانا ہو گیا۔ چمکی نے دوسری رکابی رکھ دی اور وہ جلدی سے شوربہ پینے کا بہانہ کرنے لگا۔ مگر آج معاملہ بے ڈھب تھا۔ پورن نے نہ تو کھایا ہی اور نہ ہی بولا۔ آشا جب اس کی دل پسند بھنی ہوئی دال لائی تو بولا۔ "مجھے نہیں چاہیے"۔ اس نے پہلے لینا چاہا پھر آشا کا منہ دیکھ کر جیسے چڑ گیا۔ اور چمکی کی تھالی میں سے پاپڑ چبانے لگا۔ آشا سہم کر جلدی سے دور ہٹ گئی۔

"کیوں جی تم نے میری آشا کو کیسے ڈانٹا؟ ایسے بولتے ہیں؟ کسی

افسان سے۔ بھابی بولی۔

"میں بھلا کون ہوتا ہوں آپ کی آشا کو ڈانٹنے والا۔ بھوک نہ ہو تو کیا کروں۔"

"معاف کیجیے گا۔" اور وہ تھوڑی دیر بعد چلا۔

"تم نے کچھ بھی تو نہ کھایا پورن۔" بھابی فکرمند ہو گئی۔

"کچھ طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ سیدھا کمرے میں گیا۔ دوسرے روز اتفاق کہیے یا کچھ لو وغیرہ لگ گئی۔ پورن کو وہ زور کا بخار چڑھا کہ بالکل کئی دن بے ہوش سا رہا۔ بخار اترتا بھی نہ تھا ذرا کم ہوتا تو بدمزاجی سوا ہو جاتی۔ آشا کو تو کمرے میں جاتے ڈر لگتا تھا۔ لیکن نہ جانے کونسی طاقت اسے پکڑ پکڑ کر کھینچتی تھی اور وہ بار بار کام کے بہانے سے دروازے تک ہی ہو آتی۔ رات اچھی نہ کٹی اور بھابی تھک کر چورا ہو گئی —— آشا جو دروازے کے پاس سے گزری تو اس نے اسے بلایا۔

"آشا بیری گڑیا —— ذرا یہاں بیٹھ جا۔ میں ابھی آئی بیٹھے بیٹھے جی الٹ گیا۔ اور وہ بے پیر چلی گئی۔ آشا خاموش اسٹول پر بیٹھ گئی۔ آج کئی دن بعد اس نے پورن کو غور سے دیکھا، وہ کتنا پڑا لگ رہا تھا۔

بالکل راجہ صاحب کی شکل - دو دن کے بعد بخار نے زرد کر دیا تھا - اور ہونٹوں پر کتنی تلخی تھی - بال بھی اُلجھے پڑے تھے - آشا کا جی چاہا کوئی اُن کا پھلا چھلا سلجھا دے اور اُن کی تھکی ہوئی کنپٹیوں پر پیار سے اُنگلیاں پھیرے - شاید سوتے میں بھی روح انسان کی دیکھ بھال کرتی ہے - آشا کی آنکھوں نے پورن کو جگا دیا - اُس نے دو ایک بار آنکھیں جھپکائیں - اور پھر آشا کو دیکھنے لگا - ایسے کہ آشا کچھ پریشان ہو گئی - بخار نے اس کا دماغ ذرا پریشان کر دیا تھا - اور ذرا بہک گیا تھا - ایک دم سے اُن آنکھوں میں کئی دن کی غائب مدہوشی اُبھر آئی - اور ہونٹ شوق سے کھل گئے -

"آشا ـــــــ" وہ کہنی کے سہارے اُٹھا - آشا جلدی سے کھڑی ہو گئی - اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے - پورن تھوڑی دیر تک اُسے دیکھتا رہا کہ ایک دم اس کی نظر اس کی چوڑیوں پر گئی جو اس نے ریجی کو آشا کو دیتے دیکھی تھیں اور وہ ننھے سفید موتیوں کی اور سہرا۔ ایک دم سے جیسے کسی نے کہنی کا سہارا کھینچ لیا اور وہ تکیہ پر گر پڑا - آشا نے جلدی سے اس کا سر ٹھیک کرنا چاہا مگر جیسے اُس پر بھوت سوار تھا -

"اُدھر رہنے دو ـــــ یہ سب کہاں چلے گئے" وہ پریشانی سے چاروں

طرف سر گھمانے لگا۔

"کیا بادل لاؤں بھابی جی کو ——" آشا دروازے کی طرف مڑنے لگی۔

"بھگوان آخر یہ سب کہاں چلے گئے۔ کیا سب مر گئے۔ یہ گیتا کہاں گئی"۔

"بھابی جی تھک گئی تھیں اور جھلی ——— کہ بادل لاؤں"؟

"بھابی تھک گئی —— مگر تمہیں کیوں تکلیف دی گئی کیا کوئی اور گھر میں نہیں"۔ پورن طعن سے بولا۔

"اوہ —— کتنی پیاس ہے ——— اور اندھیرا" پورن گھبرا گھبرا کر سر پٹخنے لگا اور آشا کبھی پانی پر لپکی اور کبھی سوچا بھابی کو بلا لائے۔ اس لیے کچھ نہ کر سکی۔ کس قدر بے وقوف ہو گئی تھی۔ ہو گیا گئی تھی وہ تو ہی پاگل۔

"اوہ —— میرا دم گھٹا ---- اندھیرا۔ یہ پردے ہٹاؤ"۔

آشا پردہ سرکانے لگی۔ شام ہونے میں ابھی دیر تھی مگر کمرے میں بڑا اندھیرا ہو چلا تھا۔ ایسا کہ دکھائی نہ دے مگر پردے ہٹانے لگی۔ اس

کے ہاتھ اور بھی کانپنے لگے۔ جب اُس نے دیکھا کہ پورن اسے برابر گھور رہا تھا۔

جب وہ اُس کے پاس کا پردہ ہٹانے لگی۔ تو اُسے بالکل اُس کے سرہانے جھکنا پڑا اور پورن کی آنکھوں سے بچنے کے لئے وہ جھک گئی پردہ ہٹا کر وہ بھابی کو بلانے چلی لیکن اس نے دیکھا کہ پورن آنکھیں بند کئے تھا۔ اس لئے وہ بیٹھ گئی۔ پورن نے تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولیں تو وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی۔

"بھابی جی کو بلا لاؤں؟" وہ خود ہی بولی۔

ہوں —— آپ کا دل گھبرا رہا ہے۔ تو جائیے چلی جیئے۔ رہنے دو مجھے۔ مگر یہ چمکی کہاں گئی۔ جو بھابی نے تمہیں یہاں پھنسا دیا۔ مگر تم چلی جاؤ۔"

"چمکی تھک گئی تھی۔ وہ بھی سو گئی ہے ذرا۔ میں۔"

آشا پورن کے سخت الفاظ سُن کر نہ جانے کیسے آنسو پیئے بیٹھی تھی۔

"چمکی سو گئی۔ بھابی تھک گئیں —— تم تھک گئیں، جاؤ یہاں سے مجھے کسی کی ضرورت نہیں —— جاؤ ——" اب آنسو بہنے لگے۔

"ہوں یہ اب اسے دبایا جا رہا ہے۔" میں نے آخر تمہیں کہا ہی کیا۔ تمہیں کوئی کہہ کیا سکتا ہے۔ جاؤ جہاں جی چاہے جا سکتی ہو۔"

"آپ ——— ایسی باتیں کیوں کہہ رہے ہیں۔" میں نے۔

"میں ——— میں بھلا کیا کہہ رہا ہوں۔ اب پھر جا کر بھیا سے شکایت کر دینا کہ میں نے تمہیں ترنجی کے ساتھ گھومنے پر ڈانٹا۔ ہُنہ! جیسے مجھے کچھ ——— مجھے کیا۔"

"میں نے کب شکایت کی چھوٹے بھیا؟"

"اب جھوٹ بھی بولنے لگیں، تم نے بھیا سے نہیں کہا کہ میں تم سے خفا ہوں۔ جی میں کیوں ہوتا خفا ——— مجھے کیا غرض۔ جی ہاں۔ جیسے۔"

"میں نے شکایت نہیں کی، بڑے بھیا پوچھنے لگے۔ کیا پورن تجھ سے خفا ہے ——— تو ——— تو ——— میں نے کہا نہیں، تو اس پر وہ بولے کہ پھر وہ کیوں ——— کیوں ——— ایسا ———" آشا کی سمجھ میں نہ آیا کیا کہے۔

"خیر وہ تم نے شکایت نہ کی ——— پھر بھی تمہیں برا تو لگا کہ میں نے تو پھر سے ذرا سختی سے کچھ کہا۔ مجھے نہیں کہنا چاہیے تھا۔ اُمید ہے کہ کرمعاف فرمائیں گی۔" وہ بڑے ہی طعن سے بولا۔ مگر اب اسے زیادہ

غصّہ نہ تھا۔

"مجھے تو نہیں لگا۔" اُس نے ہمّت کی۔

"تمہیں شک نہ لگا ہوگا۔ کیوں میرا بیچ میں بکواس کرنا اچھا لگتا ــــ

میں کون ـــ تم رنجی سے ملو ـــ میں آخر دخل دوں تو بے وقوفی ہے

تمہیں حق ہے تم جسے چاہے چاہو۔" پورن مُسکرایا۔

"آپ ـــ آپ بہت بُرے ہیں۔" اُشا پھوٹ کر رو پڑی۔

"سُنا ہے تمہاری شادی رنجی سے طے ہو گئی تھی۔ میری غلطی تھی اُشا۔

میں بہت بیوقوف ہوں۔ دیکھو نا تمہیں بے بات ڈانٹ دیا۔ تمہیں رنجی پسند

ہے۔"

اُشا نے پورن کو ایسی نظروں سے دیکھا کہ وہ ہنس پڑا۔ "ہم اور آپ کو

آپ کی چمکی!" وہ دبی زبان سے سسکیوں کو دبا کر بولی۔

"چمکی ـــ ارے ـــ میری چمکی ـــ کون کہتا ہے؟ ہشت۔"

وہ اُسے ٹھنے لگا۔ "یہ کس نے تم سے کہا۔ بیوقوف ہو تم۔"

"جی ہاں ـــ میں کیا جانتی نہیں ہوں۔" وہ بچوں کی طرح بولی۔

"مگر ـــ یہ کہا کس نے کہ چمکی؟"

"اور آپ سے کس نے کہا۔ رجنی؟"

"آشا!" پورن غور سے اُسے دیکھنے لگا۔ جس کا مُنہ رونے سے پھُولا ہُوا تھا۔ "آشا ــــ میں بہت ہی بُرا ہوں۔ میری آشا!" وہ کھڑا ہو گیا۔

"لیٹ جائیے۔" وہ اُسے دھکیلنے لگی۔

"آشا میں کتنا جلد باز ہوں۔ کتنا بُرا ــــ" وہ اُسے دونوں ہاتھوں سے پکڑے تھا۔ کچھ کمزوری اور کچھ جذبات کا غلبہ پورن لڑکھڑانے لگا۔

"ارے! بیٹے بھیّا نے اسے دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ یہ کیا واہیات ہے آشا! آشا کیا کرتی؟

"بھیّا میں ــــ آپ لوگ بھی کس قدر عقلمند ہیں بھلا مجھ جیسا شریر بیمار اور آشا بیچاری کے سپرد کر دیا۔ بھلا وہ مجھے روک سکتی ہے ــــ بیل!"

"تم نے روکا بھی نہیں۔ مجھی کو بُلا لیا ہوتا" بھابی بولی۔

"ارے بھابی ــــ میں مانتا کب ہوں۔ وہ تو بچاری لاکھ روکتی رہی مگر ــــ ہاں بھابی پانی ــــ" وہ نڈھال ہو گیا۔ سارے گھر میں ایک غل پڑ گیا لیکن آشا الزام سے بری ہو گئی۔ جب ڈاکٹر نے کہا "کچھ نہیں۔ بخار

اُترہ با تھا اس لئے گھبراہٹ شروع ہو گئی اور اگر آرام و سکون ملا تو چند روز

میں ٹھیک ہو جائے گا۔

اِس کے بعد سے پورن وہ مسخرا مریض بن گیا کہ اُسے دو روز پلنگ پر

لیٹنا دشوار ہو گیا۔ سب اُس کے کمرے میں ہوں۔ یہاں تک کہ بھولا کی تائی

بھی اور اُن سب میں آشا بھی آ جاتی جس سے آنکھوں ہی آنکھوں میں پورن

ہزاروں معافیاں مانگ چکا تھا۔

"بھولا کی تائی۔ تم اگر مجھ سے ایک دفعہ غصّہ ہو جاؤ تو کیا کبھی منو گی

بھی نہیں؟"

"چل اُدھر دیوانے"

"نہیں سچ کہتا ہوں ——— کبھی تمہیں کچھ کہہ اُٹھتا ہوں تو کیا گانٹھ باندھ

لیتی ہو؟"

"کیا؟" بھولا کی تائی کچھ نہ سمجھے۔

"بھولا کی تائی۔ دیکھو انسان غلطی کرتا ہی ہے۔ کیوں؟"

"کون گلتی کرے ہے؟"

"تم تو بڑی کوڑھ دماغ ہو جی ——— بتلاؤ کیسے گرہ ہو گی۔

نگجر کر اپنی امّاں بہنا کے سنگ"۔

"تم بھولا کی تائی ہوئیں تو میں کون لگا اُس کا؟"

بھولا کی تائی اس قدر بھیانک سا رشتہ بتاتی کہ پوُرن چادر میں منہ چھپا لیتا۔ بھلا ایسا مریض کتنے دن لیٹ سکتا تھا؟

یہ تھی وہ نفرت جو پوُرن کے سیدھے سادے دل میں طوفان کی طرح پھٹی اور وہ جھکولے دے کر اس کی ہڈّی ہڈّی ہلا گئی۔ مگر پھر نہ جانے سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی سخت نفرت ہو کیسے جاتی ہے۔ اور پھر بھاپ کی طرح غائب! دل میں ٹھان لیا کہ بس ختم قصّہ۔ بس ہو چکا کھیل —— اور وہ لیجئے چکنے گھڑے کی طرح دو منٹ میں معاف! توبہ یہ نفرت ہے۔ محبّت کی ہی ایک شریر انگڑائی کہو۔

پھر وہی شرارتیں، وہی بھابی کا طنطنہ۔ بھولا کی تائی کی گالیاں اور آشا کی آنکھ مچولیاں اور بچّوں کو چھیڑنا۔ انسان محبّت میں ہر وقت چلبلا سا کیوں کرتا ہے۔ من کے ساتھ ساتھ ہاتھ پیر اور آنکھیں کیوں مست ہو کر ناچنے لگتی ہیں؟ اور ہر چیز ہنسنے ہنسانے کے لئے ہی نظر آتی ہے۔ اور

سنجیدگی کہاں ڈوب مرتی ہے۔ کہ ذرا بھی کل کا دھیان نہیں آتا۔ مگر عورت؟
وہ کتنی مختلف ہوتی ہے۔ اُس کا دل ہر وقت سہما ہوا رہتا ہے ہنستی ہے تو
ڈر کے، مسکراتی ہے تو جھجک کر۔ قدم قدم پر اُسے اپنے راز کے ہی
کھلنے کا ڈر لگا رہتا ہے۔ کیا ہوگا؟ کیسے ہوگا؟ یہ ہوا تو؟ ...... وہ ہوا
تو؟ —— اور پھر کمبخت ناقص العقل ہے۔

آشا منے کو نہلا کر اُس کے بالوں میں برش کر رہی تھی۔ مگر وہ تھا کہ
بے چین پھرکی کی طرح ناچے جاتا تھا۔ یہ ڈبّا اُٹھا۔ وہ بوتل کھول ڈالی ——
برش چھوڑا تو کنگھا کھانا شروع کر دیا۔ سُرمہ دانی کھول کر اُلٹ دی۔ آشا
عاجز آ گئی۔

"اوہ شریر" اُس نے سلائی چھین کر الگ رکھ دی۔

"کون۔ میں؟" پورن دروازے سے ڈرا ہوا منہ بنا کر بولا۔

"جی نہیں یہ منّا کنگھی نہیں کرواتا"

"منّا بہت شریر ہے۔ تم سے کیا ڈرے گا۔ ڈرپوک کہیں کی۔
ذرا سی مینڈکی سے ڈر جاؤ" صبح پورن بھابی کو مینڈکی سے ڈرا رہا تھا۔
کوئی چینے برابر ہوگی یا ذرا بڑی، شاید سیم کے بیج جتنی۔ مگر بھابی سارے

گھر میں چنگھاڑتی ہوئی دوڑ رہی تھی۔

"یوں نہیں ٹھیک ہوں گی۔" پورن اسے ڈنڈے میں باندھ کر ان کے گلے میں ڈال دو تب ٹھیک ہو گی طبیعت۔" پتی مہاراج بجلی کے استری رکشا کے اور اُسے قتل کرنے کی ترکیبیں بتلانے لگے۔

"میرا بھیا پورن۔ تجھے میری قسم۔" بھابی چلا رہی تھی۔ بھابی کو چھوڑ پورن نے وہ ذرا سی مینڈکی آشا پر ڈال دی۔ جو نہایت بے فکری سے اُس کی گت دیکھنے میں مشغول تھی۔ اور آشا سیڑھیوں پر سے ایسی لڑھکتی بھاگی۔ کہ بس شیر سے بھی تو اتنا نہ ڈرتی۔ پھر جب پورن نے یونہی ذرا کاغذ کا ٹکڑا ڈال دیا۔ تو گھبرا گھبرا کر دھوتی کا آنچل کھسوٹنے لگی۔

"دکھا جاتی۔ یہ ذرا سی مینڈکی نہیں۔"

"مجھے گھن آتی ہے اس سے۔"

"مگر یہ تو بتاؤ تم باغ میں سے کیوں بھاگیں۔ تمہیں مجھ سے بھی تو گھن آتی ہے۔" پورن نے برش لے کر کہا۔

آشا دوسرے برش سے منّے کے بالوں سے کھیلنے لگی۔

"یہ بتاؤ کہ یہ طریقہ کیا ہے آشا دیوی؟" پورن نے دوسرا برش

بھی چھین لیا۔

"مجھے کام تھا۔"

"ہاں بس تمہیں کو تو کام رہ گیا ہے۔ دُنیا بھر کا۔" وہ دونوں ہاتھوں سے برش کرنے لگا۔

"پتا جی آ گئے ہوں گے۔ آپ کو بلاتے ہوں گے۔"

"ہوں۔ پتا جی آ گئے ہوں گے۔ بلاتے ہوں گے۔ بس کرنے لگیں اُلٹے سیدھے بہانے۔ تم چاہتی ہو میں چلا جاؤں یہاں سے۔ انہیں جلتے کرلو بھلا کچھ۔"

"بھابی جی کہیں گی ذرا سا کام کرنے کو کہا تو دو گھنٹے لگا دیئے۔"

"ہوں بس سب کا خیال ہے تمہیں۔ ایک میں ہی ہوں جو کبھی بات بھی کروں تو تمہیں سو سو بہانے سوجھنے لگتے ہیں۔ ذرا سوچو آشا۔ آشا۔ منّے کو اُٹھا کر چلنے لگی۔

"بس بھاگیں۔" پورن نے اُسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔

چھوڑیئے — بھیا بھوکا ہے۔"

"تمہیں کون پکڑتا ہے۔ میں تو بھیا کو پیار کر رہا ہوں۔ واہ کوئی

بھیّا کو پیار بھی نہ کرے واہ ۔" اور وہ مُنّے کو پیار کرنے لگا۔ آشنا کتنا ہی مُنہ پھیرے پورن کے ہال اُس کی آنکھوں اور گالوں پر چھا گئے ۔ اور پھر دل و دماغ پر ۔

"پورن —— کاش تمہیں کبھی تو فرصت ہوتی۔" بڑے بھیّا کی آواز آئی۔" ذرا میرے ساتھ آؤ۔"

"میں ؟ —— آیا۔" پورن اُن کے ساتھ چل دیا۔ آشا نے ٹھنڈی سانس بھر کر مُنّے کے گال پر مُنہ رکھ دیا۔

"مجھے یہ بالکل پسند نہیں —— تمہاری حرکتیں۔" بھیّا سنجیدہ تھے۔

"کون ؟ —— میری —— کیا ؟"

"ہاں تمہاری ۔ پورن سنگھ ہم اندھے نہیں ہیں ۔ یہ تمہارا ہر وقت چھوکریوں سے مذاق !"

"چھوکریوں سے مذاق !"

"کون مذاق کرتا ہے ۔ بڑے بھیّا ۔ میں مذاق نہیں کرتا کسی چھوکری

تھے ۔ آتما ۔ اس سے مجھے ہمدردی ہے وہ ہماری کھلائی کی اولاد ہے بلکہ ہمارے پتاجی کی دوا کی اولاد ہے۔"

"تمہیں اس طرح اُس کے ساتھ بد مذاق اچھی لگتی ہے۔"

"بھیا میں — آپ کو دھوکا ہُوا — مجھے آتما سے آپ سے کم ہمدردی نہیں — وہ — میری — مجھے اس سے پریم ہے — اور —"

"اور — اور؟ — کیا اور کچھ بھی؟ پورن تم دیکھتے ہو میں نے کبھی کسی نوکرانی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، ہم سچ مچ کے راجہ ہیں اور نہ ہماری شرافت اس بات کو مانتی ہے۔"

"مگر میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم — ہاہاہا —" بھیا عرفان ڈرونا ہنسا کرتے تھے۔

"اس میں ہنسی ٹھٹھے کی کیا بات ہے بڑے بھیا۔"

"یہی کہ تم اس سے شادی نہیں کر سکو گے۔"

"پر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"ہم ایسے کہہ سکتے ہیں ۔ پورن ہم ہنستے نہیں تمہاری طرح ہر وقت

انہیں چھٹی کرنے کی فرصت نہیں۔ اور یہ شادی کا خیال بھی خوب ہے۔"

"مگر آخر معلوم بھی تو ہو"۔ پورن گھبرا گھبرا کر اپنے دامن سے کھیل رہا تھا۔

"معلوم یہی ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری نوکرانی ہے۔ پورن یہ تم فلم دیکھ دیکھ کر شاید اس واہیات غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہو مگر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ زندگی ایک فلم نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے سمجھے اور بڑی ٹھوس حقیقت۔ تم بچے نہیں۔ ٹھیرو میری بات مت کاٹو —— تم بچے نہیں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ میں بچہ نہیں، جب ہی تو میں پوچھتا ہوں کہ آخر وجہ کیا کہ جو میں چاہوں وہ نہ کر سکوں؟"

"ٹھیک —— لیکن تمہیں کس نے ایسے حقوق دیئے جن کی رو سے تمہیں سماج اور بزرگوں کی دل شکنی کا ٹھیکہ مل گیا؟"

"سماج —— واہ واہ —— وہی پرانی سڑی بحث، پتا جی اتنے اندھیرے خیالات کے نہیں ہیں۔"

"یہی تو تمہاری غلطی ہے —— یعنی غلط فہمی ہے۔ پتا جی کتنے ہی روشن خیال ہوں وہ یہ بات کبھی گوارا نہ کریں گے کہ اُن کے خاندان میں اس

قسم کی واہیات بات ہو۔ اور پھر یہ سوچو ماتاجی۔ ہیں۔ یہ بچے تمہارے معصوم بھتیجے آخرانھوں نے کیا قصور کیا ہے۔ جو یہ تمہاری خواہشات پہ قربان ہو جائیں۔"

"ارے! یعنی ان کے قربان ہونے کا سوال کہاں سے آن کودا — واہ خوب!"

"کیوں نہیں ——— ان کی سوسائٹی میں کیا حیثیت ہو جائے گی کہ بھئی چچا نے نوکرانی سے بیاہ کر لیا۔ شیلہ کو کون شریف خاندان بیاہ لے گا۔ اور نرمل کو کون بیٹی دے گا جب وہ اُن کے چچا کے کارنامے سنیں گے۔"

"پھٹکار ہے ایسی سوسائٹی پہ۔ لعنت ہے ایسے لوگوں پہ جو شیلہ بیاں یہ عیب نکالیں کہ اُس کے چچا نے غریب لڑکی سے شادی کر لی۔ اس سے بہتر ہے۔ کہ ایسے لوگوں ہیں جانے کے بجائے شیلہ سدا کنواری رہے۔"

"ہاں تمہارے لئے یہ کہہ دینا آسان ہے۔ تم اپنی خوشی پوری کر لو خواہ سارا خاندان مٹ جائے۔"

"نہیں تو ——— میرا مطلب ہے۔ ہم شیلہ کی شادی ایسے واہیات لوگوں ہیں کیوں کریں جو اس قدر ماند ہبرے خیال کے ہوں۔"

"تو پھر تمہارا خیال ہے کہ شیلہ کے لیے بھی کوئی اسمتا کا بھائی بنا کلمی
چوکیدار یا اردلی ڈھونڈوں؟" روپ سنگھ جتنے چپکے تھے اتنے بدخو نہ
تھے۔ پورن اُن کے طعنوں کے آگے کسمسا کر رہ گیا۔

"میں یہ کب کہتا ہوں —— بھیا آپ میری ہر بات اُلٹی کیے دیتے
ہیں۔" وہ شکست کھا کر بولا۔

"سوچ لو۔ تم ہی —— تم عقلمند ہو۔ مجھ سے زیادہ ذہین اور سمجھ دار
ہو۔ خیر اب ذکر کو چھوڑو۔ تمہاری بھابی آ رہی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ اس
بات کو بے بات پھیلائیں ——" بھابی جی اپنے بچّوں کی فوج کو لے کر آن پہنچی۔
"دیکھنا —— ذرا دیکھنا منّا کیسے مزے سے پیار کرتا ہے۔" منّے نے
موٹے موٹے ہاتھوں میں ماں کا چہرہ بھینچ کر اپنی چپٹی ناک گال پر رکھ دی۔

"بندر —— بڑی جلدی نقل کرنے لگتا ہے۔" انھوں نے ہوشیاری
سے کہا اور پورن کھسیانہ پن چھپانے کو جلدی سے منّے کو ستانے لگا۔

"بھابی اب میں اسے چھوڑتا ہوں۔ اسے چاہیے کہ کھڑا ہونا سیکھے۔"
اُس نے مُنّے کو پیڑ کی شاخ پر کھڑا کر کے کہا۔

"ہے رام —— ہائے پورن نہیں۔ ابھی وہ کتنا ہے۔ جو کھڑا بھی

ہونے لگے۔"

"کچھ بھی ہو میں نہیں جانتا۔ اتنا تو پھول رہا ہے۔ خوب کھڑا ہو سکتا ہے۔"

"لو بھلا دس مہینے کا بچہ اور بنے گا۔ اسے آتا ہی نہیں کھڑا ہونا۔" وہ منے کو بھینچنے لگی۔

"میں نہیں جانتا ——— چھوڑتا ہوں بھابی ———" پورن نے ڈرایا۔

"ہائے۔ میرا بچہ ——— پورن" وہ منے کو چھین لے گئی۔

"اوہو جیسے میں چھوڑ ہی تو دیتا۔ میں اس کا دشمن ہوں نا" بھیا کے الفاظ اسے یاد آ گئے۔

ٹھوکر

زندگی کا تو ایک ہی انجام ہوتا ہے۔ یعنی موت! لیکن انسان بھولتا ہے کہ ہر صبح کا انجام شام، ہر چین کی نیند کا انجام بیداری، اور ہر قہقہہ کا اختتام خاموشی ہوتا ہے۔ طلوع آفتاب کا کیا لطف ہوتا جو غروب نہ ہوتا۔ اور ہر وقت سورج سر پہ ہی ڈٹا کھڑا رہتا۔ اور ایسی نیند اللہ نہ دے جس سے پھر جاگ ہی نہ سکیں۔ مگر محبت میں ٹھوکریں جتنی خدا نے لازمی سمجھی ہیں اتنی تو اپ کبھی نہیں لگنیں۔ ایک ٹھوکر تو ہوتی ہے جس میں رقیب صاحب کی جھلک سے دماغ بھنّا جاتا ہے۔ لیکن جوں ہی بادل چھٹے پھر چاند نکلا ہے کبھی رنجش بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ تو فل سٹوپ کی طرح جملہ کو دلچسپ بنا دیتی ہے۔ ایک اور بڑی ٹھوکر ہے جو یار لوگ جان بوجھ کر لگاتے ہیں۔ اور وہ ہوتی ہے سماج کی دولتی۔ اس میں اگر نکلا چلا گیا تو خیر ورنہ کھائی

تو سامنے ہے ہی، سب ٹھوکریں انسان سہہ جاتا ہے پر سماج کی ٹھوکر سے تلملا اٹھتا ہے۔ کیا کیا کتابوں میں قصے کہانیوں میں فلموں میں اس سماج کی ٹانگ گھسیٹی۔ مگر سماج ہے کہ شیر کی طرح ڈٹا ہوا ہے۔ بات یہ ہے یہاں سماج کا تو نام ہے اور شکر ہوتی ہے انسان سے۔ خود اپنے پیار سے دل کے ٹکڑوں سے، اور پورن جیسے منچلے سوار ہی ٹھوکر نہ کھائیں۔ تو پھر کیا بڑے بھیا جیسے لوٹ لگانے والے کھائیں گے۔ پورن کی چال ڈھال بدلنا بات نے گھر بھر کو چوکنا کر دیا۔ سب کی نظریں نشانہ باز تیروں کی طرح حلق پھاڑ کر دونوں کی طرف مڑ گئیں۔ آشا کی عادات میں آئے دن تبدیلی ہونے لگی۔ اب وہ بجائے نوکرانیوں کے ماتا جی کی لاڈلی بن گئی۔ جو ہر وقت ناگن کی طرح اس کے گرد چکر لگاتے رہتی۔ کھانے پر بھی وہ منے کی کرسی کے پاس باندھ کر بٹھا دی جاتی۔ اور پورن کی کرسی ماتا جی اور راجہ صاحب کے کلیجہ میں گھس گئی۔ وہ خوب اس معصومانہ چوکیداری کو سمجھتا تھا۔ مگر نہ ہی اتنی ہمت اور نہ ہی کوئی موقع کہ کچھ تیزی دکھائے۔ پھر بھی چھپ چھپ کر چوری سے گیا۔ میرا پھیرا سے تو نہیں جا سکتا منے پر لاڈ جتانے کے بہانے ماتا جی کے گھٹنے پر لیٹنے کے حیلے سے وہ ایک نظر آشا سے ملانے سے

باز نہ آسکا۔ اور پھر جب انسان کا مقصدِ زندگی ہی یہ ہو تو گیلری ڈرائنگ روم
کے پردوں کی آڑ میں باغ میں کہیں نہ کہیں تو شہد چھپا اور مکھیاں سوتی
مل جاتی تھیں۔

مینے کی سالگرہ تھی اور گھر چمکایا جا رہا تھا۔ دیوالی بھی آرہی تھی اور
پھر کہاں تک مکھیاں ڈنک لیے جان پر سوار رہتیں۔ آشا بھابی جی کے
کمرے میں پردے لگا رہی تھی۔ کہ پورن سنگھ بھی بنا ہر کچھ ڈھونڈنے جا
پہنچے۔

"میرا کمرہ بھی کوئی ایسا سجا دے۔" وہ کرسی پہ پیر رکھ کر پاس کھڑا
ہو گیا۔

"آپ کے کمرے میں اتنی چیزیں ہی کہاں ہیں جو کوئی سجائے۔"
آشا اب بولا کرتی تھی۔

"ہُنہ —— ہیں بچارا غریب آدمی ٹھہرا۔" اُس نے بھابی کے
چاندی کے سامان پر نظر ڈال کر کہا "بھابی کا ابّا تو لکھ پتی ہے۔"

"آپ کیوں تراش ہوتے ہیں۔ آپ کی شادی ہو جائے گی تو کیا پتہ
اس سے بھی بھاری سامان آئے۔"

"اونہہ — یہ نہیں ہونے کا — جو میری بیوی غریب ہوئی تو؟"

"رام نہ کرے جو آپ کی بیوی غریب ہو۔"

"کیوں، غریب ہونا کوئی عیب ہے؟"

"اور کیا، عیب نہ ہوتا تو بڑے لوگ امیر کیوں بنتے؟"

"مگر میری بیوی تو غریب ہوگی — نہیں ویسے تو بچاری کے پاس سونا روپیہ تو نہیں — پر روپ تو بہت ہی ہے۔"

"اوہو — چھوٹے بھیا تب تو کیا ہے — مگر ہم تو جب مانیں جب روپ جتنا روپیہ بھی لائے۔"

"مجھے روپیہ نہیں چاہیے اور نہ روپ۔ مجھے تو — مجھے ...!"

اور وہ ہکلانے لگا۔ آشا ہردے کے پھٹے دوپٹے میں پروتی رہی۔

"آشا۔ کیا روپیہ ہی سب کچھ ہے؟ فرض کرو میں کنگال ہو جاؤں۔ پتا جی کوڑی نہ دیں جیسا کہ وہ کریں گے ہی تو — تو تم —؟"

آشا کے ہاتھ لرز کر سپاتوں کو زمین پر گرانے لگے۔

"بتاؤ آشا — جو میں کنگال ہو جاؤں۔ اور پھر بھی —"

"بھگوان کیسے ربجی تو مر ہی جائے؟" آشا نے سوچا۔ مگر وہ بات ٹالنے

کہ چھلنی اچھلنے لگی۔

"تو کبھی کے پاس منہ پیہ ہو جائے پھر تمہیں یاد بھی نہ رہوں۔"

"آپ کا کیا ذکر ہے۔ آپ کیوں کنگال ہونے لگے؟"

"اونہہ — بس فرض کرو۔"

"ایسی باتیں نہ کریئے"۔ آشا نے لجاجت سے کہا۔

"تم ایسی ہی اُکھڑی باتیں کرتی ہو۔ آخر تم میری بات کا جواب کیوں گول کئے جا رہی ہو۔ بولو۔"

"کیا بولوں — آپ جائیں گے نہیں ہر صبح دیکھنے، ریل کا وقت بھی چلا جائے گا۔"

"سنو آشا میں مذاق نہیں کر رہا ہوں اور نہ اس وقت تمہارے بہانے سُننے کا وقت۔ میں نے تم سے کہہ دیا اور کتنی دفعہ کہہ دیا اور ابھی میں پتا جی سے بھی کہہ دوں گا۔"

"نہیں — پرماتما کے لئے ایسا نہ کیجئے۔"

"کیوں؟ کیوں نہ کہوں — آخر وہ — وہ میرے بیاہ کا کئی دفعہ ذکر کر چکے ہیں۔"

"تو پھر کہہ دیجئے نا" آشا سمجھی بات ٹلی۔

"یہی تو کر رہا ہوں — کہہ دوں گا — آشا"

"نہیں — کچھ نہ کہئے گا — اگر آپ؟"

"ہاں کیا اگر آپ؟ کہو نا — سنو میں اُن سے کہہ دوں گا کہ شادی کر دیں مجھے روپیہ نہیں چاہیئے"

"نہیں آپ ایسا نہیں کہہ سکتے"

"کیوں نہیں کہہ سکتا۔ کون روک سکتا ہے مجھے؟"

"میں روک سکتی ہوں"

"کیا مطلب۔ یعنی تم کہہ دو گی۔ کہ۔ کہ"

"ہاں" وہ جلدی سے پردہ لٹکا نے دوڑ چلی گئی۔

"آشا یہ تم پیٹر پیرے ساتھ کھیل رہی ہو — وجہ آخر۔ وجہ کیا ہے؟" اُس نے اس کا بازو درشتی سے پکڑا — "میری مرضی۔ بس"

تمہاری مرضی — ؟ تمہاری مرضی۔ تو کیا تم مجھ سے ذرا بھی پریم نہیں کرتیں اور —" اس نے اُس کا بازو چھوڑ دیا۔

آشا پردہ چھوڑ کر تکیوں کے غلاف بدلنے لگی۔

"بولو — کیا تمہیں ذرا بھی — بتا دو آشا پھر میں تمہیں کچھ نہ کہوں گا۔"

اُس نے اُسے روک کر پوچھا۔

آشا نے چاہا اُوپر نہ دیکھے۔ اُس کی آنکھیں تیزی سے بھیگتی جا رہی تھیں۔

"تم ایک دفعہ کہہ دو — بولو تم مجھ سے ذرا بھی پریم نہیں کر سکتیں اتنا بھی نہیں جتنا میں — بولو —"

"نہیں —" آشا جذبات سے بے قابو ہو کر پھوٹ نکلی۔

پورن نے اُسے چھوڑ دیا۔

"اوہ — ہا ہا ہا —" وہ زور سے ہنسا۔ جھوٹی! تم کتنی جھوٹی ہو آشا — تم — سچ کہتی ہو آشا۔ اگر میں مر جاؤں تو —"

"بس بس — جائیے یہاں سے۔" آشا نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "کیا مل جائے گا آپ کو۔ ایک — ایک کنگالنی کا ٹھٹا اُڑا کر۔ آپ کا میرا جوڑ نہیں — آپ کے لیے تو کوئی رانی چاہیے۔

"گولی مارو رانی کو۔ تم ہو میری رانی تو — کون کہتا ہے آشا کو میرا تمہارا جوڑ نہیں — وہ دیکھو وہ آئینہ کیا کہہ رہا ہے۔" آشا نے آئینہ

میں خود کو پورن کے اتنے قریب دیکھا تو سب کچھ بھول کر ایک دفعہ اُس کا
سر پورن کے سینے پر جھک گیا۔

"میں آج ہی پتا جی سے کہہ دوں گا" چاہے وہ مجھے مار ہی ڈالیں
وہ آہستہ آہستہ اُس کے کان میں کہنے لگا "اور پھر میری آشا ---" آشا
کی نظر پھر آئینہ پر پڑی اور اس دفعہ چنگی کا چہرہ اُسے پیچھے سے آگ برساتا
دکھائی دیا۔

"چنگی ---!" وہ تڑپ کر ہٹی۔

"چنگی --- اور وہ چڑیل ہوتی کون ہے۔ کیا تمہیں اب بھی کچھ خیال
ہے۔ جلتی ہو اس بچاری سے۔"

"نہیں۔ وہ ابھی یہاں کھڑی تھی۔"

"اچھا جاسوسی --- خیر کچھ بات نہیں۔ چنگی تو کیا کوئی بھی آجائے مجھے
کسی کی پرواہ نہیں۔ دُنیا آجائے اور دیکھ لے کہ میں آشا سے پریم کرتا ہوں۔
مجھے کسی کا ڈر نہیں۔"

"اچھا یہ ہمت! میں بھی تو دیکھوں اُس سورما کو جو کسی سے نہیں ڈرتا۔"
اور ماتا جی اپنے پورے جلال سے تنی ہوئی دروازے میں کالی گھٹا کی

طرح منڈلا رہی تھیں۔ آشا کا بس نہیں تھا جو وہ جادو کے زور سے یا تو مکھی بن کر اُڑ جاتی یا پتھر بن جاتی۔ پتھر تو وہ بن ہی گئی۔

"ماتا جی!"

"چپ رہو ــــ لاج نہیں آتی۔ انہیں ہونٹوں سے مجھے ماتا کہتے ہو۔ جن سے وہ گھڑی ہوئی موری کی گندگی چاٹ رہے تھے"

"مگر سنئے تو ــــ"

"میں نے ایک دفعہ کہہ دیا کہ چپ رہو۔ میں تمہارے منہ نہیں لگ رہی جسے خاندان کی اور باپ کے اونچے نام کی لاج نہ ہو وہ ماتا کا کیا آدر کرے گا۔ مجھے تو اس چڑیل سے پوچھنا ہے" وہ دو قدم آگے بڑھیں۔

"پہلے آپ میری سنئے ــــ پھر ــــ"

"کیوں کلمُنی ــــ یہ ہم نے تیری سات پشت کو اسی لیے پالا تھا کہ تو ہمیں ہی موقع پا کر ڈس جائے"

"بول ــــ بتا ــــ نمک حرام" وہ اور بڑھیں۔ آشا سر سے پیر تک لرز گئی۔ آج تک ماتا جی نے اُسے ٹیڑھی آنکھ سے نہ دیکھا تھا۔ وہ کسی سے بھی ٹیڑھی نہ تھیں۔ اُن کی شان اور دبدبہ ہی سے سب لرز جاتے

تھے، اور عموماً وہ گھر سے علیحدہ پوجا پاٹ، پڑھنے پڑھانے میں کھوئی رہتی تھیں

یہ تو اس قدر اہم معاملہ درپیش تھا۔ اِس لئے وہ آسمان سے دھرتی پر اُتر آئی

تھیں۔

"تم میری حفاظت میں ہو۔ آشا" اُس نے اس کے کانپنے سے رحم

کھا کر کہا "ماتا جی ——"

"اوہو —— میں بھی تو دیکھوں تمہاری حفاظت، پورن سنگھ تم چلے جاؤ

ہو۔ تم یہاں سے جاؤ اور مجھے اس سے آج اتنا پوچھ لینے دو کہ کیا میری

محبت کا اسے یہی صلہ دینا چاہیے تھا؟"

"ماتا جی شما —" آشا تڑپ کر اُن کے پیروں پر آن پڑی۔

"شما؟ —— اب میرا گھر اُجاڑ کر مجھ سے ہی شما مانگتی ہے۔ یہ سچ ہے

نیچی ذات کا منش منہ لگانے سے سر پہ چڑھنے لگتا ہے۔ بول۔ یہ کیسے

ہمت کیسے ہوئی؟" ماتا جی جب جلال میں آتی تھیں۔ تو کالی مائی بن جاتی

تھیں۔ اُنھوں نے اس کے بال پکڑ کر منہ اُٹھایا۔

"نہیں ماتا جی —— چھوڑ دیجئے —— اسے" پورن نے اُن کا ہاتھ پکڑ

کر روک لیا۔ "آپ شکتی تو ہیں نہیں"

"پورن ! تجھے یہ ہمت ـــ" ماتاجی کا گلا بھر آیا۔

"کیا جھگڑا ہے"؟ جھگڑا تو کچھ ایسا تھا۔ کہ راجہ صاحب کو بھی اُن کے
بِل سے کھینچ لایا۔

"پتاجی"

"دیکھ رہے ہیں آپ اپنے سپوت کے لچھن۔ کس صفائی سے میرا
ہاتھ مروڑا ہے۔ بھگوان" وہ سر پکڑ کر دھکیاں دینے لگیں۔

"پورن چلو تم باہر ـــ" بڑے بھیّا ماں کے غصّہ سے لرز رہے تھے۔

"پہلے ماں سے معافی مانگو"

"میں ـــ ماتاجی تھا ـــ مگر یہ سمجھ ـــ"

"چپ رہو پورن۔ بہت بکواس ہو لی" اور بھیّا اُسے ننھے بچے
کی طرح کھینچتے لے گئے۔

یہ تھی وہ ٹکّر جو اصلی معنوں میں پورن سنگھ نے کھائی اور اس ٹکّر میں
وہی ہوا جو ہتھوڑی کے کانچ سے ٹکرانے سے ہوتا ہے۔ مگر کانچ ٹوٹ کر زیادہ
بکھرتا ہے۔ اور بکھر کر ہر ننگے پیر چلنے والے کے تلوؤں میں گھس جاتا ہے۔

فیصلہ

بتانے کی ضرورت تو نہیں لیکن فیصلہ تو پھر بھی ہوا۔ پورا کا پورا اجلاس
جمع ہوا تھا۔ تاتا جی نے جج کی کرسی سنبھالی۔ مگر کاٹھ کے اُلو بلکہ گدھے کی طرح
راجہ صاحب کو دھر لیا۔ بھلا ایسے غیر دلچسپ قصّے پر کیا جی لگے۔ جب
ہیروئن پٹی کوٹھڑی میں سسک رہی ہو اور ہیرو کمرے میں زمین ناپ
ناپ کر فرش گھس رہا ہے۔ ایسے ہیرو ہیروئن کا اس سے بہتر حشر بھی کیا ہو
سکتا تھا۔ اُدھر سے کچہری تیار۔ جب پورن بلائے گئے تو اُن کا مُنہ نیچے کو
جھول رہا تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ بھابی پردے کی آڑ سے اُن کی یہ
گت دیکھ کر ٹھنڈی سانسیں بھر رہی تھیں۔ مگر ٹھنڈی سانسیں اگر غصّہ
کو دبا سکتیں تب تو ایک بات بھی تھی۔

"ادے پورن —— یہ کیا جھگڑا اٹھایا ہے بھیّا"

پنا جی جھگڑا ہی نہ سمجھ سکتے تھے۔

"وہ پھر انھوں نے اسے بگاڑنے کی ترکیبیں شروع کیں۔ ارے اگر تم ہی نہ ایسے نرم ہوتے تو یہ بچے دو کوڑی کے کیوں ہوتے۔" حالانکہ انہیں یقین تھا کہ روپ سنگھ لاکھ روپے کا آدمی تھا۔

"ارے بابا تم تو بس — ہاں بے پورن یہ کیا بدتمیزی ہے سیدھی طرح — بس تو کا بیچ جا — ہو چکی یہ امتحان کی تیاری۔"

"پنا جی میں کوئی پاپ تو نہیں کر رہا۔"

"پاپ نہیں، بیر بڑا پن ہی تو ہے جو تو ہم لوگوں کے منہ پہ کالک لگا رہا ہے۔"

"وواہ کرنے سے کالک لگتی ہے۔"

"پھر وواہ کا نام لیا؟ وواہ تو اس جنم سے میرے جیتے جی تو کرنے کی کوشش بھی نہ کرنا۔"

"کیوں ہٹ کرتے ہو پورن۔ وہ دن کا جیون ہے اسے کیوں روگ لگاتے ہو — فرض کرو تم نے جیسا کہ کہتے ہو کر بھی لیا تو یہ تمہاری بھول ہو گی، نہ کہ بیوقوفی — اول تو تمہاری اتنی عمر نہیں اور اس لڑکی کر جینے

نہ دیں گی۔ بھلا اُن کی اس سے نبھے گی؟"

"بھگوان نہ کرے جو میں اس سے نباہ کا رشتہ جوڑ دوں! دیکھو جی تم ادھر ادھر کی تو ہانکو مت، صاف کیوں نہیں کہہ دیتے؟"

"ارے بولنے تو تم دیتی نہیں ہو۔ ہاں تو پورن خود سوچ لو۔ کیسے وہ یہاں رہے گی ——— وہ نرے وہ ——— وہ ؟" راجہ صاحب بڑے روشن خیال بنتے تھے۔ ذرا ہچکچا گئے۔

"اگر پتا جی آپ تو ہریجن پریمی ہیں۔ آپ کیسے؟"

"ہری جن ——— یہ ان کی ہری جنی نے ہی تو لٹیا ڈبوئی۔" سوچیں نہ سمجھیں اور بکواس کرنے لگیں۔ کتنا کہا کہ بھئی تم اپنے نہ ہی دواؤں کے جھگڑے میں رہو۔

بیچارے راجہ صاحب نے کسی زمانہ میں کوئی سدا جوان رہنے کی اور طاقت کی دوا بنوانے میں کچھ گڑبڑ مچائی تھی۔ مگر ذرا ان جوان لڑکوں کے سامنے وہ اس واقعہ کے ذکر سے ہی دبک جاتے تھے۔

"غصہ پورن پہ اور بپھر رہی ہو مجھ غریب پر۔ جیسا کہو کرتا جاؤں مگر کسی طرح چین بھی ہو تمہیں؟"

"سنو پدمن تم معاملہ کو سمجھتے نہیں۔ میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا۔
ذرا سوچو تمہاری حرکت کا ہم سب پر کیسا اثر پڑے گا۔ کملا کی سسرال والے
کیا کہیں گے ——— میری بہن کے گھر والے کیا سوچیں گے۔ ہم کہاں منہ
لے کر جائیں گے؟"

"آپ بہت خود غرض ہیں بھیا۔ آپ کے سسر کون سے شاہ ہیں
ساری عمر سود کھاتے بیتی ——— اور اب"

"بھابی جی کانپ کر دور ہٹ گئیں"

"کچھ بھی ہو تمہارا کہنا کسی طرح بھی نہیں مانا جا سکتا"

"نہیں مانا جا سکتا تو نہ مانا جائے۔ منواتا کون ہے؟ یہی نا کہ پتا جی مجھے
کنگال کر دیں گے ——— بس۔ سو اس کی مجھے رتی بھر پرواہ نہیں"

"ہاں ——— پرواہ نہیں اور پھر وہ جسے تم بڑی دیوی سمجھتے ہو ضرور تم
سے "واہ" کرے گی! ارے وہ تجھ پر تھوکے گی بھی نہیں سنا" ماتا جی
بولیں۔

"آپ نہ اسے سمجھ سکیں اور نہ کوشش کی"

"ارے میں نیچ عورتوں کو خوب سمجھتی ہوں"

"بس ماتا جی رہنے دیجئے ـــــ پتا جی ـــــ بیٹا! میرا جواب سُن لیجئے
میں آشا سے شادی کرلوں گا اور آپ کہتے ہیں یہ انہونی ہے تو دکھا دوں گا۔
کہ ناممکن باتیں بھی کبھی کبھی ممکن ہو جاتی ہیں۔ میں آج ہی یہاں سے چلا جاتا
ہوں۔ پھر آپ لوگوں کو کوئی برائی نہ دے گا۔"

"تم جہاں بھی جاؤ ہمارے لئے بدنامی اور کلنک کا ٹیکہ لگا دو گے
اور بھی چار لوگ یہی کہیں گے کہ بڑا لالچی بڈھا ہے۔ غریب لڑکی تھی
اِس لئے۔"

"آج کل کے لوگوں کے دماغ بھی تو خراب ہو گئے ہیں۔"

"تو پھر ـــ پھر مجھے کسی طرح چھٹکارا نہیں؟"

"نہیں ـــــ تم ہمارے یہاں پیدا ہوئے ہو۔"

"کاش میں کسی کنگال کے گھر پیدا ہوتا کہ مجھے طعنہ تو نہ ملتا۔ مگر پھر کہے
دیتا ہوں کہ میں آج چلا جاؤں گا اور مجھے بہت افسوس ہے کہ پھر بھی آپ کو
بدنامی سے بچاؤ نہیں۔" یوں ہی پیر پٹختا چل دیا۔

"کیسے نہیں ـــــ پورن سنگھ ابھی ننھے ہو تم" اُدھر پتا نے آہستہ
سے کہا۔

"پِتا جی۔ بس ایک ہی ترکیب ہے وہ یہ کہ آشا کو کہیں بھیج دیجئے اور پورن کو خبر نہ ہو۔ ورنہ یوں پہلے جلنے میں وہ خود جو دُکھ جھیلے گا سو الگ ..... بدنامی تو رہے گی ہی۔"

"کہاں بھیج دیں؟"

"کیوں — اگر کملا کے پاس بھیج دیں اور اُسے تمام معاملہ سمجھا دیں تو وہ ضرور دیکھ بھال رکھے گی۔"

"نہیں جی میں اب اپنی بیٹی کا گھر نہیں جلانا چاہتی۔ اسے تو اس کے گاؤں ہی ڈلوا دو۔" ماتا جی جانتی تھیں کہ کرن سنگھ کس قدر شوقین مزاج داماد تھے۔

"ماتا جی گاؤں میں تو پورن پہنچ جائے گا۔"

"تو پھر اس ڈائن کو زہر دے دو۔"

"ذرا غصّہ کو دھیما کیجئے۔"

"اندو پ ٹھیک کہتا ہے۔ کملا اس کی دیکھ بھال اچھی کرے گی اور پورن کے پُرکھوں کو بھی پتہ نہ چلے گا۔"

اس لاڈ پیار سے لائی ہوئی آشا سمیٹ سماٹ کر کملا کے یہاں کوسول

دور پہنچادی گئی۔ شرم اُسے یوں آئی کہ کلا کیا سوچتی ہو گی۔
مگر کلا کچھ زیادہ سوچ بچار کی عادی نہ تھی۔

جب پورن کو ننھی شیلہ نے بتایا کہ "آشا دیدی گئی" تو وہ سانپ کی طرح بل کھا اُٹھا۔ پہلے تو وہ گاؤں دندناتا پہنچا مگر پھر وہ بھیا سے لڑنے آیا۔

"میں خوب سمجھتا ہوں بھیا ——— میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔ آپ کی سُریلی بیوی تو آپ کو پسند نہیں اور آشا کے لئے آپ بھی اتنے پریشان ہیں"۔
غصہ میں انسان پاگل ہو جاتا ہے۔

پورن کیا کہہ رہا ہے یہ ؟ ! اُن کے حواس گم ہو گئے۔ "پورن میں تو تیرے بھلے کے لئے کر رہا ہوں۔ ورنہ میرے بچے میرا بس ہوتا تو میں"۔

"تمہارا بس ؟ بھیا تمہارا تو خوب بس تھا جبھی تو تم نے یوں میرے ہاتھ پیر کاٹ دیئے۔ بھیا تم میرے ہمیشہ سے دشمن ہو۔ میں مر جاؤں تو خوش ہونا ساری جائداد کے مالک تو ہو گئے۔

"پورن بس کرو۔ ایسے بول نہ نکالو جن سے پھر کر پچھتانا پڑے۔ تم میرے بھائی نہیں بیٹے کے برابر ہو۔ اگر ایسا ہی مجھے دولت کا پیار

ہوتا تو جان بوجھ کر تمہاری شادی ماتا پتا کی بغیر مرضی کر دیا دیتا۔ تا کہ وہ تمہیں کوڑی نہ دیں۔ پورن مجھے ایسا نہ سمجھو۔ پرماتما کے لئے یوں میرا دل نہ دکھاؤ۔"

اروپ کی بڑی سنجیدہ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

پھر آپ نے اُسے کہاں بھیج دیا۔ آپ مجھے اس کا پتہ بتا دیجئے۔"

"میں نے تو اُسے نہیں بھیجا۔ وہ خود ہی چلی گئی۔ اس نے کہا وہ تمہارا جیون خراب نہیں کرنا چاہتی ـــــ پورن وہ دیوی تھی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ مر جائے گی۔ مگر اب تم سے لاگ نہ رکھے گی۔"

بھیا ـــــ کیوں کہا اُس نے ایسا ـــــ وہ مجھ سے پریم نہیں کرتی؟"

"نہیں پورن ـــــ میں نے کہا نا۔ وہ دیوی ہے۔ وہ تم سے پریم کرتی ہے جبھی تو وہ گئی ـــــ تم مانو تو ـــــ؟"

"مگر اب میں کیا کروں بھیا!" پورن نے گھٹے ہوئے بچے کی طرح بتانا شروع کیا۔

"تم مرد ہو ـــــ مردوں کا کام عورتوں کی یاد میں رونا نہیں۔ وہ چلی گئی تو تمہاری سمجھ اور عقل تو نہیں لے گئی ـــــ گاؤں کا کام دیکھو امتحان

کی تیاری کرو۔"

"مگر میں اُسے ڈھونڈ نکال لوں گا۔"

"تم اُسے دُکھ دو گے ——— پلاتان۔"

"دُکھ ——— آہ ———" وہ سسکیوں سے رونے لگا۔

بھول گئے

دُنیا ہی بھول جاتی ہے۔ چھُری کا گھاؤ بھرا اور دُکھ دھیان سے اُترا
ماں بچّہ جنتے وقت توبہ کرتی ہے۔ خدا سے دُعا مانگتی ہے کہ بانجھ بھلی اور
ادھر دکھ مٹا اور وہ ننھے بچّے پر فدا ہونے لگتی ہے۔ اور دوسرے بچّے
کی آس باندھنے لگی۔ مگر پورن تو ٹھیک بھولا۔ آشا مر گئی۔ متا اُسے حلوان
لے گیا۔ گاؤں کھرجاٹوں میں اُجڑ گیا۔ رنجی سا پہلوان لوٹ گیا۔ اس کی بڑھیا ماں
کی کمر ٹیڑھی ہو گئی —— آشا مر گئی۔ پورن کی آشائیں مر گئیں۔ وہ بہت
کچھ بھول گیا۔ کتنا بہت سا ہنسنا بھی بھول گیا۔ متا کتنا ہنستا اور شریر ہو گیا
تھا۔ اور دوسرے امتّا بھابی کی چھاتی سے آن لگا۔ مگر وہ انہیں پیار کرتا
اور گدگدانا بھی بھول گیا۔ آشا ہوتی تو اُسے سب کچھ یاد رہتا۔ وہ
دکھا دیتا کہ وہ بزدل نہ تھا۔ وہ صرف پتاجی کے اکسانے پر پیدا نہیں ہوا تھا۔

وہ دکھا دیتا کہ دُنیا میں جینے کے کتنے راستے ہیں۔ مگر یہ آشا کیوں مر گئی۔ کیسا بھولا کہ بھولا کی نانی کو بھول گیا۔ یہاں تک کہ وہ خود چھیڑ بیٹھی۔ مگر وہ مسکرا کر چپ ہو رہا۔ اور بڑھیا کے دُکھی دل میں ٹیس سی اٹھی اور وہ کھسلا گئی۔

پورن شیلہ کی سالگرہ ہے۔ کیا دو گے تم — " چاچی اٹھلائی۔

"کیا دوں —" پورن سر جھکا کر بولا۔

"میں بتاؤں — اری شیلہ کیا لے گی؟" اور پھر اس نے شیلہ کے کان میں نہ جانے کیا سکھا دیا کہ وہ بولی۔

" چاچی — میں می چاچی۔"

"ہاں! تو اپنے چچا سے کہہ۔"

پورن جھجکا اٹھ کر چلا گیا۔

"تم شادی کر لو — ماتا جی کتنی دکھی ہیں۔"

"ہاں بھیا — یہ سب میرے ہی کارن دُکھی ہیں۔"

" نہیں پورن — ڈاکٹر کہتا ہے کہ شادی سے تمہاری صحت ٹھیک ہو جائے گی۔"

"واہ بھیا، شادی کوئی دوائی ہے کہ بیمار اچھے ہو جائیں۔ اور کون کہتا ہے کہ میں بیمار ہوں۔"

"پورن میرے لال ——" ماتا جی نے گھٹنے پر لٹا کر پیار سے کہا۔ کیا یہ ارمان چتا میں لے کر جاؤں گی۔ میرے دو لال ہیں اور ان میں سے ایک کا بیاہ اپنے ہاتھوں سے نہ کروں۔"

پورن تھوڑی دیر چپکا پڑا رہا۔ نہ جانے کیا کیا باتیں دل میں مچلتی رہیں جی چاہا ماں سے لپٹ کر رونے لگے۔ بچپن میں جب کوئی چیز ماں چھین لیتی تھی تو وہ یہی کرتا تھا اور وہ اُسے فوراً دے دیتی تھی۔ مگر اب آشا کو تو موت ہی چھین لے گئی۔

"چاند میرے —— تمہارے پتا بھی بوڑھے ہو رہے ہیں، کیا سمجھتے ہو۔ اُن کے من میں تمہارے دواہ کا ارمان نہیں۔"

لفظ "دواہ" نے سوئے ہوئے ذکر جگا دیئے۔ نہ جانے اُسے کیا کیا یاد آ گیا۔ پر یہ ماں بھی کیسی چیز ہے، آپ کی بوٹیاں کاٹ ڈالے مگر پھر آپ اُس کے جسم کے ہی تو ایک ٹکڑے ہیں۔ اور پھر ان آنکھوں میں کتنا پریم تھا۔

"ماتا جی میرے دواہ کا آپ کو شوق ہوتا تو ——"

پھُلدن گئی باتوں کو جانے دو۔ ماں کی بھول بھی مامتا کا ایک پھیر ہے مامتا ہی میں ماں بچے کو خون پلا کر پالتی ہے اور مامتا ہی میں مار ڈالتی ہے تو کیا وہ ماں ڈائن ہو گئی ـــــ بیٹا" اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ نکلیں "میں کیا سکھی ہوں"

"اچھا ماں اب"

"تم بیاہ کر لو ـــــ تمہیں خوش دیکھ کر دو دن میں بھی جی لوں گی۔ ورنہ"

"جو جی میں آئے کیجئے ماتاجی" وہ اٹھ کر کمرے میں جا پڑا، لیٹے لیٹے جی گھبرایا تو دراز میں سے پھول نکال کر دیکھنے لگا۔ یہ وہی پھول تھے۔ لال لال، بھیا کے گاؤں جیسے لال پھول جو دھرتی نے اُگلے تھے اور وہی دھرتی آشا کی خاک کو نگل چکی تھی۔ اب یہ پھول سیاہ ہو چلے تھے جیسے جما ہُوا مردہ خون!

جب کملا کی نند کے لئے پورن کی مانگ گئی تو وہاں سب کی باچھیں کھل پڑیں۔

'پھُلدن اپنا ہی لڑکا تو ہے" کملا کی ساس جو سارے سمدھیانہ کے

نام پر ناک بھویں چڑھاتی تھی پیار سے بولی۔

"ہاں ! ماتاجی پورن بڑا ہنس مکھ ہے۔ بالکل اپنی شانتا جیسا۔"

"تم جو چاہو سو کرو۔" بڑھیا خوشی دبا رہی تھی۔

"بھول گئے نا! اتنی جلدی بھول گئے پورن سنگھ جی!" آشا نے اپنی کوٹھری کی زمین پہ گر کر سوچا۔

"کاش وہ اپنے گاؤں میں ہوتی تو رنجی پہلوان کی طرح طاعون اُسے بھی ڈس جاتا۔"

یہ تو وہ آگ ہوتی ہے۔ جو چولھے میں دن رات بھڑکتی رہتی ہے۔ اور
پھر ایک وہ ہوتی ہے جو کسی کی نادانی سے سوکھے چھپر میں لگ جاتی ہے
اور کاغذ کی طرح پھک سے ہو جاتا ہے۔ اب سُنا ہے وہ آگیں بھی ہوتی ہیں
جو بم کے گولوں سے پھیل جاتی ہیں۔ اور دم کے دم میں اُونچی اونچی کوٹھیوں
کو بھسم کر دیتی ہیں۔

لیکن وہ ننھی سی چنگاری جو بھوبل میں پڑی ہولے ہولے سلگا کرتی ہے
وہ بھی تو آگ ہوتی ہے نہ کسی محل دو محلے کو جلائے نہ کچھ، بس جہاں دبی
پڑی رہتی ہے۔ آس پاس کی بھوبل ہلکی ہلکی تپش سے سفید اور بے جان
ہو جاتی ہے اور ایسی ہی کوئی چنگاری کہیں کلیجہ میں جا چھپے تو ویسے تو
جسم کھاتا بھی ہے پیتا بھی ہے اور سبھی کچھ کرتا ہے۔ مگر وہ دھیمی دھیمی آنچ

اور وہ میٹھا میٹھا درد کچھ من جھٹکا سا رہتا ہے۔ آشا بھی تو شانتا بائی کا جہیز لے رہی تھی۔ مگر ہاتھوں سے اور دل گزری ہوئی باتوں کے ساتھ دھوپ چھاؤں میں ڈوبا ہوا تھا۔ بھگوان نہ کرے کیا وہ چاہتی تھی کہ پورن پاگل ہو جائے یا اس کے دکھ میں سدا کنوارا ہی بیٹھا رہے۔ اس نے جان بوجھ کر تو محبت کی نہیں اور پھر کی بھی تو اس پر شاباش اور راحت افزائی کے ملنے کی اُمید ہی نہ تھی۔ لیکن پھر بھی۔ پھر وہ چاہتی کیا تھی۔ یہ وہ بالکل اکیلے میں اپنے من سے بھی نہ کہہ سکتی تھی۔

کچھ تو کرتا پورن۔ کچھ تو ہوتا۔ وہ دُور نہیں اس کی اپنی بہن کے یہاں تھی ——— وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ بہت دفعہ ہمارے پیٹھ کے پیچھے رکھی ہوئی چیز جس کے لئے ہم تڑپ رہے ہیں ہمیں نہیں ملتی۔

"آشا ——— دیکھو تو تم نے سارے پھولے نکال دیئے اس میں" شانتا بائی نے اُسے کوئی کپڑا دکھا کر ایک جھٹکے سے خوابوں کی دنیا سے گھسیٹ لیا۔

"کیا ——— ہاں ——— شانتا بائی۔ یہ کپڑا ہی ایسا ہے۔ میں نے تو بہت سنبھالا!!"

رفتار سنبھالا - اب اُسے الگ سینا ہے خود سے - تمہارا تو من ہی نہیں لگتا " وہ کپڑا آشا پر پھینک کر چل دی -

" او ہو ---- آشا دیوی سلائی کر رہی ہیں " شام لال ہمیشہ اترا کر بات کرتا تھا - کرن سنگھ نے نہ جانے کن خصوصیات کو دیکھ کر اُسے چھوڑا تھا - بس وہ ان سے ڈرتا بہت تھا - اور یہی ادا کرن سنگھ کو اس کی بھا گئی تھی - وہ انہیں کی ذات برادری کا ہو گا یا بنتا تھا - مگر گھر میں ایک غریب رشتہ دار کی حیثیت سے رہتا تھا - جب سے آشا آئی تھی حسب عادت اُس نے اس سے بھی شروع کر دیا تھا - مگر یہ ڈر خوب تھا - جہاں وہ اُسے اکیلا دیکھتا اور میٹھی میٹھی ڈری ہوئی آنکھوں سے دیکھنے اور نرم نرم باتیں کرنے لگتا - آشا کچھ نہ بولی -

" تو ہم سے خفا ہو - آشا رانی "

" منشی جی بھلا میں آپ سے کیوں خفا ہوتی " آشا نے ایسی تلخی سے جواب دیا جو خفگی سے بھی بدتر تھی -

" تو تم سے بات کرو تو منہ موڑ لیتی ہو - جانتی ہو آشا دیوی ہمارے من کی کیا حالت ہو رہی ہے "

"منشی جی آپ جانتے ہیں یا میں باؤجی سے کہوں؟"

"ارے رام یہ ظلم — مگر سنو تو - کوئی بات کرنا پاپ ہے۔"

"آپ شانتا بائی سے بات کر لیجئے نا - ایسا ہی شوق ہے تو۔"

"اوہو — خیر — مگر آشا دیوی ہم تو بچارے غریب آدمی ہیں ہماری عادت نہیں کہ اپنی حیثیت سے اونچا ہاتھ پھیلائیں۔"

شام لال نے آشا کی کہانی سن رکھی تھی۔

"منشی جی دیا کیجئے۔ یا اور کچھ آپ کو کہنا ہے" - آشا اس کے طعن سے رونے پر آ گئی۔

"خیر ہم تو کہتے ہیں آدمی کو اپنے رستے پر چلنا چاہیے۔ کیوں اونچی اونچی اٹاریوں پہ چڑھیں۔ منہ کے بل گریں۔"

"ہاں — آپ ٹھیک کہتے ہیں منشی جی۔"

"تو پھر — آشا ہم تم سے بات بھی کر لیتے ہیں تو۔"

"بات یہ ہے منشی جی میں — بس — آپ جائیے یہاں سے!"

آشا اس کی نرم نرم آواز سے جل گئی۔

"ہاں — پھر اب شانتا بائی کی شادی ہو رہی ہے۔ سنا۔ لڑکا

بہت سُنا رہے - کیوں ہے نا؟"

شام لال اتنا چالاک تھا مگر صورت ایسی بیوقوفوں کی سی بنائے رکھتا تھا کہ بس بڑی سے بڑی بات مصری کی ڈلی کی طرح حلق سے نیچے اتار دیتا اور لوگ دیکھتے رہ جاتے۔

"اور شانتا بائی کے ساتھ بھی تو دو ایک آدمی جائیں گے - تم ہی چلی جاؤ نا۔"

آشا کا بس چلتا تو کتنے کی زبان میں غریب سوئیاں چبھوتی - مگر سر جھکائے بیٹھی رہی - اور جب وہ چلا گیا تو نہ جانے کیوں آنسو روکے نہ رُک سکے -

شادی کا دن بھی آپہنچا - کملا بھو کی لاپرواہیاں کوئی نئی نہ تھیں - نہ جانے کتنی چیزیں ملیں وقت تک کے لئے نہ آسکیں - نہ جانے کتنے کپڑے بنا ملکے ادھورے رہ گئے اور آشا مشین کی طرح اُن پر جُتا دی گئی - برات اتنی دھوم سے آئی کہ راجاؤں کی بھی نہ آئی ہو گی - گھنٹوں تو رسالہ پلٹن نکلتی رہی اور پھر باقی ہاتھی گھوڑے - آشا بھی دو تین چھوکریوں کے ساتھ ایک کھڑکی میں پھنسی تماشا دیکھتی رہی -

"ارے ذرا ہٹو تو چڑیوں" شانتا بائی نے دو ایک کو الگ کر کے کھڑکی میں اپنا سر اڑا دیا۔

"ہٹو جی — تمہیں برات نہیں دیکھنے دیں گے۔ واہ جی! کہیں دُلہن بھی اپنی برات دیکھنے بچوں کی طرح دوڑتی ہوگی۔"

ایک بولی "مگر ابھی بالی ہے بھی تو بچہ —— میں تو اپنی برات دیکھنے کے لئے مچل گئی تھی تو میرے تاؤ نے گود میں لے کر خود دکھائی۔"

دوسری بولیں "پھر ہاتھی پر دولہا گڈے کی طرح بیٹھے تھے۔ پھولوں اور کپڑوں کے بنڈل میں سے چہرہ بھی نہ دکھائی دیتا تھا۔ شانتا شوق اور تجسس کا مجسمہ بنی اس کا چہرہ ڈھونڈھ رہی تھی۔ اور آشا —— اس کی نظروں سے وہ چہرہ دور کب ہوا تھا۔ برات مڑ گئی اور سب عورتیں دوسری طرف بھاگیں۔ آشا کھوئی ہوئی وہاں کھڑی رہی۔ اُسے جانا بھی کہاں تھا آہستہ آہستہ اس کا سر چھ کھٹ پر گر گیا۔ اور لمبی لمبی سانسیں کھینچنے لگی۔

شادی کی دھوم دھام سے علیحدہ وہ تاجی کی اُجڑی ہوئی حویلی میں خاموش پلنگڑی پر پڑی تھی۔ کتنی دیر سے وہ سونے اور جاگنے کے درمیان کی حالت میں پڑی تھی۔ دل ڈوبتا تھا۔ اور اس میں ایک ٹھوکا سا لگتا

تھا وہ وہ جاگ پڑتی تھی - پھیرے پڑ چکے تھے۔ گوسلے اور پٹاخے چھوٹ رہے تھے۔ اُشا کو جیسے صبر آگیا - ہو چکا اب سب کچھ جب تک شادی نہ ہوئی تھی ایک دم مبہم سی آس بندھی ہوئی تھی - مگر وہ اب بھی بکھر گئی - اُس کے پیر ایک دم دروازے کی طرف اُٹھنے لگے - آخر اب کیا حرج ہے - کیا اس کی آنکھوں نے بھی کوئی پاپ کیا ہے - جو وہ کچھ بھی نہ کہہ سکیں - اور پھر وہاں اُسے بھیڑ بھاڑ میں کون دیکھے گا - کون پہچانے گا؟ وہ جلدی جلدی خیمہ کی ڈوریوں سے بچتی ہوئی ٹھوکریں بچاتی چلی - ہال قمقموں سے جگمگا رہا تھا - دُلہن اور دولہا بیٹھے تھے - وہ بھیڑ کو چیر کر ایسی جگہ کھڑی ہو گئی جہاں سے وہ کم از کم پوری طرح دیکھ سکتی تھی - وہ سب کچھ بھول کر بچی کی طرح دولہا دُلہن دیکھنے آئی تھی - مگر نہ ہی دل پھر اُبھرنے ڈوبنے لگا - پرُسن بُت کی طرح خاموش بیٹھا تھا کس قدر بدل گئی تھی اس کی شکل - پیلی رنگت اور اُبھری ہوئی آنکھیں ؛ مگر سہرا مکٹ اس کی سفید رنگت پر کتنا بھلا لگ رہا تھا - جیسے پریوں کا شہزادہ - آشا نے اُسے کالے پیلے سوٹ کے سوا کسی چکنے کپڑوں میں نہیں دیکھا تھا - آج تو وہ نرالا ہی پرُسن تھا - کتنا بدل گیا - انسان ایک زندگی میں کتنے جنم لیتا ہے - گلابی پھول کی طرح کھلی ہوئی اُس کے

پہلو میں بیٹھی تھی اور ایک تھالی میں پانی بھر کر کچھ عجیب سی رسم ہو رہی تھی۔ دلہن اور دولہا کی ہوشیاری کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ کہ کون اس پانی میں سے انگوٹھی لے لے۔ پورن کئی دفعہ جیت چکا تھا۔ جیت کیا چکا تھا بھابی اس کا ہاتھ بچوں کی طرح پا لیتی تھی۔

دروازے کے سامنے ہی تھوڑی سی جگہ صاف کر کے ناچ ہو رہا تھا۔ آج چکی نہ جانے کتنے دنوں بعد ناچ رہی تھی۔ ایک بان نہ جانے کب آگ پر دوسے کے پاس گر گیا تھا۔ اور پیدہ مع ساتھوں کے کوار اور کان کی سجاوٹ کے ہولے ہولے سلگ رہا تھا۔ چکی جیسے شراب پیے تھی۔ اس کی آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں اور گال تمتماتے ہوئے بجلی کی روشنی میں شعلہ لگ رہے تھے۔

آشا بچی ہونے کی وجہ سے ایک سٹول پر کھڑی کندھوں پر سے جھانکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آگ چھپی ہوئی بڑھ رہی تھی ہولے ہولے نیچی نیچی اور اب قالین بھی جل رہا تھا۔ ناچ موت کی سی تڑپ کے ساتھ تیز ہو رہا تھا۔ جیسے گرنے سے پہلے کبوتر پھڑپھڑاتا ہے۔

کوئی منجلی آشا کے سٹول پر چڑھنے لگی۔ توازن بگڑا اور آشا کے منہ سے ایک چیخ نکلی۔ اسٹول تو سنبھل گیا۔ مگر کھیل بگڑ گیا۔ پورن کی بھرپور

نشہ آشا کی آنکھوں میں اُتر گئی اور تھوڑی دیر کے لیے سُن ہو گئی۔

آشا ___! پُورن نے بیوقوفوں کی طرح سانس کھینچی۔ جیسے کوئی بھوت کو مرگھٹ سے آتا دیکھ کر بے جان ہو جائے۔ پُورن کھڑا ہو گیا۔ مگر اتنے میں آشا کا اسٹول اُلٹ گیا اور وہ جیسے قبر سے نکل کر پھر غڑاپ سے اُسی میں ڈوب گئی۔ پُورن کے چہرے پر دیوانگی اور گھبراہٹ سے موت کی سی زردی چھا گئی۔ وہ آنکھیں پھاڑے دیوار کے اس حصّے کو تکتا رہا جہاں ذرا دیر پہلے آشا کا دکھی چہرہ اُس کی آنکھوں میں کوئی منتر لیے دے کر غائب ہو گیا۔

"کیا ہے پُورن ___" بھابی نے اُس کا ہاتھ ہلایا۔

"آشا ___ بھابی ___ ابھی ___"

"کیا ہے پُورن ___ کیسی دیوانی باتیں کرتا ہے"۔

"بھابی ___ وہ ابھی تھی ___ وہ یہاں تھی"۔

پُورن ___ بچّے بنے جاتے ہو ___ بھلا وہ یہاں کہاں"۔

"مگر بھابی یہ سپنا بھی نہ تھا ___ وہ یہاں تھی"۔ پُورن نے گھُٹی ہوئی آواز میں کہا۔ "وہ مری نہیں بھابی ___!"

پُورن چہرے بیرن ___ کیسی بھولی باتیں کرتے ہو۔ وہ مری یا جئی،

"تم ذرا دیکھو۔ آہستہ بولو۔" کملا بولی۔

"مگر بھابی ۔۔۔"

"اگر مگر کیا پورن ۔۔۔ اب تمہیں کیا کہ وہ مری یا نہیں۔ تم نے تو شادی بھی کر لی ۔۔۔ اب کہیں۔"

"شادی ۔۔۔! مگر کیا وہ زندہ ہے۔"

پورن چلو ذرا باہر چلو ۔۔۔ تمہارا جی ٹھکانے نہیں ہے" بھابی بات گول مول کر کے کہنے لگی۔

مگر آگ بھڑک چکی تھی۔ شعلے فرش دروازے اور پردے میں لپک رہے تھے ۔۔۔ اور چنگی ناچ رہی تھی۔ آگ اُس کے بہن دو پٹے میں لہرا رہی تھی۔ مگر وہ مست تھی۔

"آگ ۔۔۔! مجمع چیخا اور ایک پلٹے کے ساتھ گر گئی۔ وہ ایک بار پھر پھڑائی جیسے شمع پر جل مرنے سے پہلے پتنگا لہراتا ہے اور وہ اوندھے منہ گری۔ آگ سب کو نظر پڑی اور ذرا سی دیر میں بجلی کا تار جل اُٹھا۔ ایک قیامت برپا ہو گئی۔ شعلوں کی روشنی میں پورن نے سہمی ہوئی شانتا کی طرف ایک بار دیکھا۔ دھوئیں اور گرمی سے وہ گر رہی تھی اور کسی کا نام و نشان

کبھی نہ تھا، ذرا سی دیر میں شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ اُس نے گرتی ہوئی شانتا کو سنبھالا اور پچھلے کمرے کی طرف بڑھا۔ بجلی کے تار سے اوپر بھی آگ لگ رہی تھی۔ وہ برآمدے کی طرف مڑا۔ باہر دُھندلی روشنی میں اس کی روح پھر دُنیا سے کھینچ کر مرگھٹ میں پہنچ گئی۔ آشا دُنیا سے بیخبر دیوار سے سر ٹکائے کھڑی تھی۔

"آشا!" پورن کے گلے سے نکلا۔

"آشا چونک پڑی —— مگر زیادہ دیر کے لئے نہیں۔ شانتا کو پورن کے بازوؤں میں دیکھ کر وہ پھر اُسی طرح بے کسی کے دریا میں ڈوب گئی۔ اس کے جسم کی ساری نسیں ڈھیلی ہو گئیں اور گرم گرم دھوئیں نے اس کا حلق کھینچ دیا۔

پورن نے شانتا کو چھوڑ دیا جو حیران دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ اُس نے اُڑتی اُڑاتی کچھ افواہیں سُنی تو تھیں۔

پورن آہستہ سے بڑھا۔ اُسے یقین تھا کہ یہ آشا کی روح ہے جو مرگھٹ کی خاک سے اُٹھ کر اس کی شادی کو چتا بنانے آئی ہے۔ وہ جھجکتا بڑھا کہ کہیں وہ ہوا میں غائب نہ ہو جائے۔

"نہیں ——" آشا نے دیوار سے چمٹ کر کہا اور پورن روح کی اس پکار پر تڑپ اٹھا۔ اُس نے آہستہ سے اس کا بازو چھوا اسے یقین تھا کہ وہ صرف ایک واہمہ ہے لیکن جب بجائے خالی ہوا کے اس کا ہاتھ آشا کے سرد جسم سے مس ہوا تو وہ جاگ اٹھا۔

"پورن ——" شام لال کی آواز نے بتایا کہ وہ زندہ ہے۔ لیکن شاید شام لال نے آشا کی روح کو نہیں دیکھا۔

ایک لمحہ میں پورن نے فیصلہ کر لیا۔ وہ ایک جھپاکے سے آشا کو لے کر برآمدے میں نکل آیا۔

"آشا —— اب تم نہیں جا سکتیں مجھے یوں چھوڑ کر۔ اُس نے ایک پیاسے کی طرح اُسے کلیجہ سے لگا کر کہا۔ تو یہ کیا چال تھی سارے گھر کی! —— میں سمجھا —— اب میں سمجھا۔ لیکن بس اب ہو چکا کھیل۔ چلو آشا ہم تم بھاگ چلیں اس مکار دنیا سے —— چلو ——" وہ جلدی جلدی پیڑوں کی آڑ میں بڑھنے لگا۔

آشا ایک کاٹھ کی پتلی کی طرح بے حس تھی۔ اور پورن اُسے ننھے بچے کی طرح ایسے پکڑے ہوئے تھا گویا وہ کھلونا تھی۔ اور بڑی مشکل سے

کھو کر رہی تھی۔ ہاتھ سے چھوٹی اور پھر کھو گئی۔ وہ اُسے مرگھٹ سے گھسیٹ لایا تھا۔

"مگر ٹھہرو —— آشا ذرا ٹھہرو —— میری بچی اور ساس کے نیچے نہ جانے اُن کا کیا حشر ہوا ہوگا۔

"تم یہاں ٹھہرو۔ بس ذرا دیکھ آؤں۔" اُسے پیڑ سے گڑیا کی طرح لٹکا کر وہ چل دیا۔

پورن اُدھر آگ سے اُلجھ رہا تھا اور اِدھر آشا پانی سے۔ وہ پانی جو آگ سے زیادہ تیز ہوتا ہے اور جو چٹان اُکھیڑ پھینکتا ہے۔

شام لال پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ پورن کے ہٹتے ہی وہ آشا کے قریب پہنچ گیا۔

"ہوں —— تو یہ ترکیب ٹھیک ہے —— کیوں آشا دیوی کہتی تو ہوگی کہ مُنہ سے نوالہ کھینچ لائیں۔" نہ جانے شام لال کس مٹی سے بنا تھا کہ چاہے کیسا ہی معاملہ ہو اس کے مزاج میں ذرا بھی بل نہیں پڑتا تھا۔

"رانی صاحبہ —— ہے تو بات ٹھیک —— مگر یہ جھنڈا اچھی نہیں۔"

لفظ جھنڈت پر آشا نے سر اٹھایا۔

"یہ پورن سنگھ جی کے جیون کی بیلینٹ تو کچھ ۔۔۔ ذرا اونچی ہے"

آشا پھر بھی اُنو ہی بیٹھی رہی۔

"تم نے یہ بھی سوچا اس کا دواہ ہو گیا ہے" آشا کے جیسے کسی نے

کلہاڑی مار دی۔ مگر وہ ہلی بھی نہیں۔

"اس کا دواہ ہو گیا ہے ۔۔۔ اور اب اس کا ہی نہیں شانتا بائی کا

جیون بھی اُس کے ساتھ ہے۔ شانتا بائی، انھوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

"کیسے مزے کی بات ہے کہ عورت عورت پر ظلم کرتی ہے اور مرد

کو مجرم بتاتی ہے۔ ذرا سوچو آشا دیوی اب کیا ہو گا۔ تم پورن کے سنگ

چلی جاؤ گی کہاں؟ اس کے ماں باپ پیاروں سے دُور۔ اس کی عزت دولت

سب کچھ چھینا کر ۔۔۔ اور تم سمجھتی ہو کہ تم ایسی قیمتی ہو کہ تمہیں پا کر وہ جگ کو

تیاگ دے گا۔ وہ جیر تیاگ بھی دے، لیکن تم تو عورت ہو"۔

آشا کے دل میں پھر ایک طوفان اُمڈ رہا تھا۔ وہی طوفان جس میں

بہت سی کمزور ہستیاں بہہ جاتی ہیں۔

"اور تمہیں کیا ملے گا ۔۔۔؟ تم تو ایک ولیشیا ہی کہلاؤ گی"۔ آشا

نے یہ تو سوچا بھی نہ تھا۔

"تمہاری حالت ایک دیشیا جیسی ہوگی۔ جس نے پورن سے سب کچھ چھپا دیا۔" شام لال بات کو ٹوٹا کر اور تیز ہوا۔

"آشا دیوی —— میں جانتا ہوں تم دیوی ہو۔ سنو میں ہوں تو اُلّو مگر دُنیا کی ریت رسم سے تم سے زیادہ واقف ہوں۔"

"میں —— میں کیا کروں۔"

"تم ابھی یہاں سے چل دو —— تم یہاں سے چلی جاؤ۔ تو پھر پورن تمہیں نہ تلاش کر سکے گا۔ اس سے کہہ دیا گیا تھا کہ تم مر گئی ہو۔ مگر اب وہ ذرا غل مچائے گا۔ لیکن اگر تم اسے نہ ملو گی تو وہ شانت ہو ہی جائے گا وہ سیدھا سادہ آدمی ہے۔ ایسا آدمی کیا اعتبار کے قابل ہو سکتا ہے۔ کیا عجب کہ وہ دو دن میں تم سے بھی تھک جائے۔ ہاں اور دیکھو۔ تم چلی جاؤ گی تو وہ تمہیں کیا یاد رکھ سکے گا۔ وہ اب بھی تم کو بھول چکا تھا۔ وہ تو مزے سے شادی بھی کر رہا تھا۔ اور میرا کہنا سنو۔ تم دیکھ لینا کہ چار دن میں وہ پھر تمہیں بھول جائے گا۔ ایسا ہی ہے تو آزما دیکھو۔"

آشا اُٹھ کھڑی ہوئی "میں چلی جاؤں گی۔"

"ہاں دیکھو جلدی کرو۔ یہ ادھر سڑک ہے۔ پاس ہی گاؤں ہم پہنچ

جاؤ گی اور گاڑی کر کے اپنے گاؤں پہنچ جانا۔ تمہیں روپیہ چاہیے "

شام لال نے اُسے بٹوے میں سے کچھ دیا۔

"میری بات یاد رکھنا۔ اگر پورن تمہیں بھول نہ جائے تو میرے مُنہ پر سو جوتے لگانا! سمجھیں۔ میں تو تمہارے ہی بھلے کو کہتا ہوں۔ لو جلدی جاؤ کوئی آنہ جائے "

آشا تیزی سے جھاڑیوں میں اُلجھتی گڑھوں سے بچتی چلی۔ دُور اُس نے پورن کی آواز سُنی "آشا۔ آشا" وہ پکار رہا تھا مگر اُس نے اپنے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لیں۔ اور دانت بھینچ لیئے۔ آگ ٹھنڈی ہو چکی تھی مگر چنگاریاں دبی سُلگ رہی تھیں۔

سکون

ایک چیز پیس ڈالو اور اُسے سمیٹ کر رکھ دو تو کیا وہ واقعی بٹ جاتی ہے۔ خوب تھاپ کر دیواروں پہ چونا لگا دو۔ پھر جھڑ جاتا ہے پیتل پر چاندی چڑھا دو پھر گھس کر وہی پیتل کا پیتل۔ ایک زخم ہو اُس پر ڈھیر سی پٹیاں باندھ دو۔ تو کیا وہ زخم نہیں رہتا۔ ہاں زخم تو نہیں رہتا سڑ کر ناسور بن جاتا ہے۔

پورن کو جب آشا نہ ملی۔ تو وہ ٹھوکر کھا کر گر گیا۔ ٹھوکر بھی ٹھیک کھائی۔ ورنہ وہ شاید اس سڑک پہ دوڑ جاتا جس پہ آشا گھسٹتی چلی جا رہی تھی۔ آگے کی گڑبڑ، جذبات کی تھکان اور اس پہ سردی میں ٹھنڈی زمین پہ گرنا۔ پورن کئی دن کے لئے بیکار ہو گیا۔ وہ اُس کا بخار۔ دوران سر اور گھر بھر کی پریشانی کا بوجھ جیسے کسی نے کونلوں کا دھواں دماغ میں بھر دیا۔ توبہ توبہ

وہ کس قدر بے وقوف تھا۔ ایک حقیقت بن کر رہ گیا تھا۔ اُس نے دوبارہ ذرا اپنے رویہ پر نظر ڈالی۔ اس میں اور پاگل میں فرق کیا تھا۔ اور پھر اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ دُنیا کے اس زبردست دھارے سے کش مکش میں پڑ کر ہاتھ چھوڑ دے گا۔ اُسے خود اپنے اُوپر بھروسہ نہ رہا تھا۔ دن رات کی پکڑ بازی سے بھی وہ تنگ آ گیا تھا۔ اور اس طرح ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ کر اُسے ایسا سکون ملا کہ وہ اس میں گم ہو گیا۔ جتنی دوائیں کوئی کھلاتا وہ کھا جاتا۔ کوئی ہنساتا ہنس دیتا۔ کوئی بٹھا دیتا بیٹھ جاتا۔ اور دوسروں کے چلانے پر وہ چلنے لگتا۔ معلوم ہوا پُرسکون دریا میں بہتے چلے جا رہے ہیں۔

"کچھ پڑھا کرو پورن" ایک دن بھیا نے رائے دی اور وہ فرمانبردار بچے کی طرح کتاب لے کر بیٹھ گیا۔ نہ جانے اُس نے کتنی پڑھ لی۔ کتنی دلچسپ تھی وہ کتاب، کتنی باتیں لکھی تھیں۔

پھول ——— لال لال پھول ——— آگ ——— ٹھنڈی ٹھنڈی زمین اور اُس میں کھویا ہوا سادہ سفید چہرہ ——— وہ ڈوبتی ہوئی آنکھیں مرگھٹ اور ٹھنڈی چتا!

"ہیں ——— پورن یہ ڈکشنری پڑھ رہے ہو؟" بھابی حیرت سے

بولی "بھیتا کچھ کھیلا کرو نا۔ آؤ کیرم کھیلیں۔

"یہ گوٹ کس مزے سے اسٹرائکر دھکا دیتا ہے۔ اور وہ غڑاپ سے
گڑھے میں جا گرتی ہے اور اسٹرائکر پھر بورڈ پر دندنانے لگتا ہے۔ وہ
گویا وہ مارا —— کالی سفید۔ گوٹیں نہیں ایک دل بھی تو ہے۔ سرخ جیسے خون
کی بوند۔ لو وہ بھی گئی" وہ سوچتا ——

"چل بے ڈھنگے میری گوٹیں ڈال رہا ہے" بھابی ہنستی مگر وہ بدھو کا
بے وقوف چہرہ دیکھ کر اداس ہو گئی۔

"وہ —— خود بھی تو ایک گوٹ ہے۔ جسے گڑھے میں اسٹرائکر ڈال
دیتا ہے۔ اور پھر نکال کر تختہ پر جما دیتا ہے۔ جب آدمی جل جاتا ہے تو کیا
مرگھٹ سے راکھ اڑ کر پھر آ جاتی ہے۔ اور وہ پھر اسی طرح تھکی ہوئی نظروں
سے گھورتی ہے۔

اور پھر لوگ اسے دوائی پر دوائی کیوں دیئے جا رہے تھے۔ اونہوں!
وہ بیمار تھا۔

ضرور ہوگا جبھی تو —— آخر لوگوں کو اس کی بھلائی ہی تو منظور ہے جبھی
تو اسے بھر بھر ڈبا دوائیاں کھلائی جاتی ہیں۔ لوگ اسے کتنا چاہتے ہیں!

کرتا، اور گوڈی کے کیسے بھولے بھالے منہ تھے۔ بھولا کی تائی پکی اور
اُٹھا جیسے اتنا ہی تازہ ہی جو سینڈ کی سے ڈرتی تھی۔ روئی سی۔ ذرا سی ڈرپوک
چھوکری۔

اور وہ اپنی دراز کھولتا جس میں ابھی تک وہ لال لال پھول پڑے تھے
نیلے بجھے ہوئے خون کے رنگ کے۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے وہ شعلوں کی طرح
بھڑک اُٹھتے اور چمّی کا چہرہ وہ جو پونم نے آخر بار دیکھا تھا۔ انگارے کے
رنگ کا۔ اس میں ڈوبنے اُچھلنے لگتا۔ وہ کرسی پہ گر جاتا۔ اور کبھی زمین پہ۔
پھر شانتا نہ جانے کیوں سسکیاں بھر بھر کر روتی! اور اُسے چہرے ہوائیاں
کھلاتی جاتیں۔ مگر سکون تھا۔ مکمل سکون۔ جیسے سڑتے ہوئے تالاب کے
پانی میں سکون ہوتا ہے۔ موت کا جیسا خاموش تھکا ہوا سکون!

ہٹ

کچھ دن تو شانتا شرماتی رہی۔ لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ اُسے دوائیں دینے لگی۔ کبھی دو ایک باتیں بھی کر لیتی "لیٹ جاؤ" "اُٹھو، چلو۔ کھاؤ پیو" بس اس سے زیادہ نہ بولتی تھی۔ اور نہ پورن سمجھ سکتا تھا۔ وہ پاگل تو نہیں تھا۔ کھاتا پیتا اور کپڑے پہنتا تھا۔ ہاں دوسرے تیسرے دن بخار، کبھی کھانسی، کبھی دردِ سر اور کبھی پریشانی، یہ تھا اس کا مرض۔ وہ سڑی ہوتا تو کاٹ نہ کھاتا کسی کے؟ وہی پورن جو ذرا سی بات پر بادل کی طرح گرج کر طوفان ہی طوفان بن جاتا تھا۔ اب بہت ہی نیک ہو گیا تھا۔ پھر لوگوں کو اس سے شکایت تھی؛ وہ کسی کا کیا بگاڑتا تھا۔ آہ ہنسا میں کس کا زور چلتا ہے۔

"پورن —— بہو سے کبھی بات بھی نہیں کرتے" بھابی نے اُسے

ایک دن ذرا تندرست دیکھ کر پوچھا یہ وہی پورن تھا اور نہ ہی بھابی۔

"نہیں! —— اوہ! کرتا تو ہوں بھابی"

"چھوڑئیے —— آخر یہ سوگ بھی کوئی مرد مناتا ہوگا" عورتیں چتا میں جل جاتی ہیں۔ مگر مردوں کے لئے اگر وہ چاروں طرف سے کچلے جائیں تو بھی بے حیا کھلونے کی طرح ڈٹے رہنا لازمی ہے۔ اپنے اپنے قانون ہیں"

"بھابی میں کس کا سوگ مناؤں گا۔ میں نے بیاہ رچا لیا۔ سب ہی کچھ تو ہوگیا —— بات یہ ہے ذرا میری طبیعت اچھی نہیں رہتی"

کچھ نہیں اس سے زیادہ تم بیمار پڑے۔ اور اب کیا تم بیمار ہو۔ یونہی نہ ہم سا ہوگیا تمہیں تو۔ پورن دیکھو شانتا کیسی اداس رہتی ہے۔ اس کا دل بھی تو ہے تم کبھی بھول کر بھی اس سے بات نہیں کرتے"

کون میں؟ بھابی کرتا تو ہوں ......" پورن بہو سے بات تو کرتا تھا۔ مگر جس "بات" کا ذکر بھابی کر رہی تھی وہ اور ہی...... آخر بہو کو دکھ کیا تھا۔ ہندوستانی عورت کو تو صرف پتی چاہیئے اور پتی موجود تھا۔ پھر اب وہ اور کیا لئے دیا چاہتی تھی۔ بدمعاش وہ نہیں تھا۔ راتوں کو غائب وہ نہیں رہتا۔ مارتا وہ نہیں۔ زیور بیچ کر شراب وہ نہیں پیتا۔ وہ بری عورتوں

سے ناک بھوں نہیں کرتا۔ پھر آخر وہ کیا روحانی دکھ دیتا تھا کہ شانتا مظلوم
مجسم نظر آتی تھی۔ یہ عورت ذات بھی کس قدر ڈھکوسلہ باز ہے۔ اور خصوصاً
وہ عورتیں جو خود کو نیک اور پاک باز کہے جانے کا بجا حق رکھتی ہیں۔ مگر ذرا
میاں بیمار، بوڑھا ہوا اور اس کے ساتھ ہی سارا لگاؤ ہوا ہو جاتا ہے جو ذرا ذرا
سوکھ جانے کے بعد قصائی گائے کے ساتھ روا رکھتا ہے۔ اور ذرا سے
بہانے پر رنڈاپے کا بھیس اختیار کر کے دنیا بھر سے ہمدردی وصول کرنے لگتی
ہیں۔ خوب دستور تھا کہ کم بخت کنواریوں کی طرح چتاؤں میں جھونک دی جاتی
تھیں۔ ورنہ آج کو نہ جانے دنیا میں کتنی جلوہ فگن ہوتیں۔

بھون سزا دے رہا تھا اور یہ ایسی سزا تھی گاندھی قسم کی سزا تھی
کہ کسی کا بس ہی نہ چلتا تھا۔ شادی تو کر دالی تھی اور اب ہنسا تا ہوا لاکھ کی
کے بس کی بات تو نہ تھی اور در اصل وہ بیمار بھی تھا۔ شادی کی رات کو اسے
ٹھنڈی زمین پر پڑے پڑے گٹھیا نے جکڑ لیا تھا۔ جو اس کے کلیجہ میں
بیٹھ گئی تھی۔

”جب کسی کی طبیعت ہی ٹھیک نہ ہو تو بات بے بات کیا چلے۔ اور
وہ بات نہ سننے کے ڈر سے چادر میں ڈھک کر لیٹ گیا۔

"لکھا ہے ریلی پر آ جاؤ۔"

پورن ایک بکرے کی تصویر کو غور سے دیکھ رہا تھا جو چاروں پیروں سے ایک ذرا سے کھونٹے پر کھڑا تھا۔ انسان سے زیادہ تو یہ جانور دُم دار ہوتے ہیں۔ "ہوں"۔ وہ بولا نہ جانے شانتا سے یا تصویر سے۔

"آپ کو بھی بُلایا ہے۔ لکھا ہے دونوں آ جاؤ۔" شانتا کا جی پھلا پھلا کر رونے کو چاہتا تھا۔

"کیا میں اکیلی ہی چلی جاؤں۔" وہ صبر سے بولی۔

"ہوں ہوں۔" پورن نے سر ہلا دیا۔

"آپ ـــ مجھے ہمیشہ ایسی ہی ـــ آخر میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے۔ کہ آپ میری صورت سے نفرت کرتے ہیں۔" اُس کے آنسو بہہ نکلے۔

"ہیں ـــ شانتا ـــ ہیں ـــ" وہ اُس کے آنسوؤں سے ڈر گیا اور گھبرا کر اخبار چھوڑ دیا۔

اس میں میرا کیا دوش ہے کہ ماتا پتا نے آپ کے پلّے باندھ دیا۔ مگر۔" اس کی آواز گھٹنے لگی۔

"تو ـــ تم کیا کہتی ہو ـــ شانتا میرا جی اچھا نہیں۔" پورن نے

شرمندہ ہو کر کہا۔ شانتا ایسے بے جگرے انسان کے آگے کیا اپنے آنسو بہاتی اُس کے جانے کے بعد پورن نے سر جھکا لیا اور پھر وہی بکرے کی تصویر دیکھنے لگا۔ اس کا دل بُری طرح گھبرانے لگا۔ اور وہ سر کرسی کے ہتھے پر ٹیکے نہ جانے کب تک بیٹھا رہا۔ شام کو اُسے چھینکیں آئیں اور زکام ہو گیا۔

آخر بات کیا تھی ــــ وہ باوجود غور کرنے کے نہ سمجھ سکا۔ اُس نے غور کرنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ ذرا وہ کوئی بات سوچتا اور اس کا دماغ گھوم جاتا۔ اُس نے آخر سکون اختیار کیا تھا۔ کتنا مزہ تھا اس سکون میں۔ ہم جیسے پڑے ہوئے ہیں اور لوگ ہیں کہ کونوں پر لوٹیں لگا رہے ہیں۔

"اوہو ــــ شانتا ہو تو کمرے ہی میں گھسی رہتی ہیں۔ جب دیکھو کمرہ میں۔ جب دیکھو کمرے میں" ہبیش نے آ کر شانتا کو چونکا دیا اور وہ جلدی سے آنسو چھپانے لگی۔

"ارے رام رام آنسو ــــ شانتا رو رہی ہو! کبھی ہم نہیں بولتے۔ ہبیش نے اپنا لمبا چوڑا جسم کرسی پر اڑیلتے ہوئے منہ بنایا۔

"منہ جب دیکھو بسور دیا جا رہا ہے۔ مانا کہ کبھی ــــ مگر" وہ

خود ہی خود بڑبڑایا بھی ہیں آتا ہے۔ شنتے پھرتی کو تو لیں نظر ہی جو دکھتا ہے وہ دل

نہیں۔ شانتا جب تمہیں دیکھتا ہوں تو جانتی ہو کیا حال ہوتا ہے؟ تن من کھول

جاتا ہے خون! نریش کے جسم میں تھا بھی کتنا خون!

"میرے بھائیوں میں ہی رونا لکھا ہے۔" وہ پریشان ہو کر چونک

گئی۔

"خوب۔ اچھے بھاگ ہنسے میں رونا لکھا ہو۔ ایسے بھاگ کو آگ

کہہ چکے ہیں بھاگ اور نریش اپنے بھاگ آپ بناتا ہے۔" شانتا

"کوئی اپنے بھاگ بھی بنایا کرتا ہوگا۔ خوب نریش بھیا آپ بھی!"

"تم ہی بناتے ہو اور خود ہی بگاڑتے ہو۔ مگر شانتا سمجھتے تو تمہاری

ہر وقت تیوری شکل نہیں دیکھی جاتی۔" نریش نے اپنی ہتھیلی میں آنکھوں

کو ڈھانپ کر لیا۔

"تو نہ دیکھئے۔" شانتا نے ذرا بن کر کہا۔

"نہ دیکھوں؟ بھئی واہ خوب کہی ـــــ جیسے دیکھنا نہ دیکھنا اپنے

بس کی بات ہے۔"

"ہاں جب ایک چیز برا معلوم ہو تو۔ پھر" شانتا رک گئی۔

جائے۔ مگر یہ ٹیڑھے راستے ان کی گہرائیاں، چھپے چھپے کانٹے؛ اونچے نیچے پتھر، ایک دُکھ، ایک ٹیس۔ یہ کہاں چل سکتا ہے؟"

شانتا کے سامنے بھی دو راستے تھے۔ ایک تو وہی راستہ تھا جس پر وہ چل رہی تھی۔ پتی ورتا ہندوستانی بیوی بن کر جگ کی لاڈلی اور نیک اور پارسا، جہاں وہ مٹی کے ڈھیلے کی طرح لڑھک رہی تھی۔ اس سے بھی بدتر مٹی کے ڈھیلے سے کبھی کوئی گھاس پھوس کا تنکا تو اُگ آتا ہے۔ وہ بھی کبھی کسی صورت میں آ جاتا ہے۔ مگر وہ تو اور ہی کچھ تھی۔ اس ٹھنڈی چتا میں سال سے اوپر اُسے جلتے ہو گیا۔ کاش پورن کی طرح اس کو بھی کوئی روگ لگ جاتا۔ مگر روگ تو اُسے لگا ہوا تھا پر یہ کیسا روگ تھا، جو اس کے من کو ہر وقت گدگداتا رہتا۔ اور دن بدن اُس کا جسم زیادہ ہلکا اور آنکھیں زیادہ باتونی ہوتی جا رہی تھیں۔ کیوں مہیش کے مضبوط جسم کو دیکھ کر اُسے ہلکے ہلکے زلزلے جیسے ہچکولے محسوس ہونے لگتے۔ کیوں جی کہتا تھا کہ وہ گوشت پوست کا بھاری بھرکم انجن اس کی ہستی کو پیس رہا ہے۔ لیکن ایسے نہیں پیس رہا ہے کہ روح پامال ہو جائے بلکہ جیسے صندل کو سخت پتھر سے گھِسو تو وہ مہک اٹھتا ہے

اسی طرح اس کی روح دل و دماغ ..... بس بس کر نئے سانچوں میں ڈھل رہے
تھے۔ نیلیش کوئی لفنگا بدمعاش اور آوارہ نہ تھا۔ اُس نے کبھی کسی نیچ زکرانی
سے پریم کا ناتا نہیں جوڑا۔ اُس کی بیوی موجود تھی اور دو بچے بھی۔ وہ گرہست
تھا۔ پھر یہ کون سی طاقت شانتا کو پکار پکار کر اس کی طرف کھینچے لے جاتی
تھی جیسے کھانے کی خوشبو سونگھ کر خود بخود آپ کے نتھنے چوڑے ہو جاتے
ہیں۔ اور آپ لمبی لمبی سانسوں کے ذریعے لذیذ کھانوں کی خوشبو
معدے میں کھینچ لے جاتے ہیں۔ اسی طرح نیلیش کی چاپ سن کر شانتا
کی روح کے دروازے چوپٹ کھل جاتے اور وہ اس کی ایک ایک بات
ایک ایک آواز دل کی گہرائیوں میں جذب کر لیتی ہے۔

جس طرح رادھا جی گردھاری کی بنسری سن کر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کھنچ
کی مٹکی لے کر نکل پڑتی تھیں۔ بالکل اسی طرح وہی پاک اور مقدس جذبہ
شانتا کو کھینچ لاتا اور پورن کی ہستی ایک بوجھل لاش کی طرح فراموشی
میں ڈوب جاتی۔

ایک بات کتنے ہولے ہولے ہوتی ہے۔ چاند کتنی خاموشی سے دبے
پاؤں ننھے سے حقیر کانٹے کی شکل میں نکلتا ہے۔ اور ذرا ذرا کر کے کتنی

جلد ہی بدبو کا عادی بن جاتا ہے۔ کوئی اُسے بڑھتا نہیں دیکھتا۔ لیکن پودن کی
آنکھیں تو چاند تو چاند دامن میں لگے ہوئے شعلوں تک کو نہ دیکھ سکتی تھیں
جو دیکھ بھی لیتی تھیں تو سمجھتی نہ تھیں۔ اور شاید سمجھتی بھی ہوں مگر ہنستی تھیں۔
نہ جانے کتنے پاگل ہیں، اُن کو بتلانے کے لیے پاگل بنے۔ ہماری نادانی پر
ہنستے ہوں گے۔

وبیش کوئی عمدہ آدمی تو نہ تھا جو اُسے کچھ ڈر ہوتا۔ وہ پودن کے سامنے
ہی گھنٹوں شاماما سے باتیں کیا کرتا۔ مگر اس زبان میں جسے سمجھنے والے ہی
سمجھ سکتے ہیں۔ پودن نے کبھی خیال نہ کیا اور وہ کرتا بھی کیوں، صرف ایک
دفعہ —— جب وبیش شاماما کی چوڑیاں جو بہت تنگ تھیں اُتار رہا تھا
تو چوڑی ٹوٹ کر خون نکل آیا۔ کوئی بات پوچھو تو بتلایا نہیں۔ مگر جب
وبیش نے خون پونچھ کر صاف کر دیا تو پودن کو تعجب ہوا۔ جب وہ اس
کے ہاتھ پر جھکا ہوا تھا تو اس کی شکل بالکل بھوکے کتے جیسی تھی۔ اور
پودن کو یقین تھا کہ وہ سب خون چوس جائے گا۔ مگر شاماما بجائے زرد اور
کمزور ہونے کے دوگنی سرخ ہو گئی تب جا کر پودن کو اطمینان ہوا۔

ایک دن اور اُسے بہت تعجب ہوا جب اس نے دیکھا کہ ڈرائنگ روم

میں تنہا صوفے پر وہ زندگی لیٹی تھی تو ہمیش نے اُسے پہلے چت کیا پھر پھول
کی طرح دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا۔ بابا کو ہمیش کے ہاتھ بہت چوڑے اور
پیسے تھے کہ پُورن اپنے ہاتھ دیکھنے لگا۔ وہ کتنے دُبلے پتلے اور کمزور
تھے۔ وہ یونہی آہستہ سے دوسرے صوفے کے پاس گیا۔ پہلے تو اُس نے
تکیہ کو آہستہ سے چت کیا اور پھر جلدی سے اُسے پھول کی طرح اُٹھا
لیا۔ اُس کا چہرہ چمک اُٹھا۔ اُس نے آہستہ سے تکیہ کو واپس لٹا دیا
اور پیاری نظروں سے اُسے دیکھنے لگا۔ اُسے بہت بُرا معلوم ہوا
جب اُس نے اپنے نوکر ہیمن کو غصہ بھری نظروں سے اپنی طرف دیکھتے
پایا۔ وہ جلدی سے کمرے میں چلا گیا۔

پُورن کی آنکھیں تو خیر بند ہو چکی تھیں اور دل کے تو آنکھیں
نہیں ہوتیں ہو سکتا ہے کہ دل کی بھی آنکھیں ہوتیں۔ جو چاروں طرف تاکا کرتی
تھیں۔

" چھوٹے بابا۔ کتنے دنوں سے آپ سے ایک بات کہنی تھی
کوئی موقع نہ ملا۔ آج ہم نے کہا چلو کہہ ہی دیں "۔ وہ ایک دن دروازہ
کی چوکھٹ پر آ بیٹھا۔

"ہوں ــــ کہو ــــ" پورن کتاب میں لائینیں گنتے ہوئے بولا۔
"کیا کہیں سرکار ــــ آپ کھود نہیں دیکھت ہیں۔ کتنے کجہ ہوگئے ہیں؟"
"ہاں لچھمن دوائی تو پیتا ہوں۔"
"دوائی پیت ہو ــــ کا ندوائی ــــ ہم کہت ہوں چھوٹے
بھیا ابھی ٹھیک ناہیں۔"
"کیا ــــ" پورن پھر لائینیں گننے لگا۔ "کیا دوائی ٹھیک نہیں۔
تو تم ہی بتاؤ کچھ۔"
"اب ہم سے پوچھت ہوگی کا؟ کچھ گھر بار کی بھی کھبر سے؟" لچھمن
نے ذرا زور سے کہا۔
"گھر بار کی؟ ہاں لچھمن ــــ ہے تو ــــ کیوں؟"
"کھاک ــــ کھاک تمکا کھاک کھبر ناہیں۔"
"نہیں ہو گی ــــ مگر کیا ضروری ہے کہ مجھے خبر ہو ہی ہو۔ چلو
تمہیں ہے۔ جاؤ چائے لاؤ میرے لئے ــــ دیکھو۔"
"کیوں نہیں تمہیں کا کھبر نہ ہوئے تو پھر کا ــــ کوئی اور تمہرے۔"
"لچھمن! چائے لاؤ ــــ دیکھو پتیاں کم ڈال کر۔ اُس دن کی

طرح کالی سیاہ نہ ہو۔"

"چھوٹے بھیّا —— پچھمن نے ضبط سے کہا: "آپ کو معلوم ہے کسی سے؟"

"پچھمن چائے لاؤ ——" پورن نے ضدی بچّے کی طرح کتاب میز پر پٹخ دی - اُس کا جی چاہتا تھا - زور زور سے چیخے - پچھمن کو اس کے دل کی خبر نہ تھی -

"اچھا سرکار —— ٹھیک —— مگر ——" پچھمن پتھر میں جونک نہ لگتی دیکھ کر چل دیا - مگر ایک ہو - دو ہو تو کوئی بھگتے —— ایک دن ——

"پورن کیا کر رہے ہو؟" اروپ سنگھ دیر تک بیٹھنے آئے تھے - اُنہوں نے اپنا کوٹ اُتار دیا -

"ہیں —— کچھ نہیں —— بھیّا" وہ ذرا خوش مزاج بن کر بولا -

"پورن سنگھ —— تمہاری شادی کو دو سال ہونے کو آئے - لیکن تمہاری حالت میں کوئی فرق نہیں - ڈاکٹر کہتا ہے - تم بیمار نہیں ہو۔"

"ڈاکٹر تو گدھا ہے بھیّا ——" پورن ذرا مسکرایا -

"وہ کہتا ہے تم جان بوجھ کر —— میرا مطلب ہے یونہی وہم کرتے ہو

پورن ذرا ہوش میں آؤ۔ چھمن کہتا تھا تم خود سمجھدار ہو" وہ ایک دم رک گئے —— "کیا کہتا تھا چھمن؟" پورن کی حالت بہتر تھی۔

"کہ —— کہ —— شرم کرو پورن —— تم مرد ہو آخر کو —— تم کیسے برداشت کرتے ہو"

"ہاں بھیّا میں مرد ہوں —— کون کہتا ہے میں مرد نہیں —— یہ ہاتھ یہ پاؤں" انہوں نے ذرا فراق میں ہاتھ اکڑائے "دیکھئے۔ کہتا ہوں بھیّا ہو جی دیکھئے کتنا بڑا مرد ہوں! شادی کرکے گھر بسایا ہے۔ اب بھگوان نے چاہا —— تو"

"اوہ پورن —— شرم نہیں آتی تمہیں"۔

"دیکھئے —— بھیّا —— جی —— وہ —— مجھے —— وہ کیوں آئے بھلا شرم کی کیا بات ہے"۔

"سنو —— اب یہ بات حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ میں ملیش کا آنا جانا اور شانتا سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتا"۔

"وہ کیوں بھیّا"۔

"وہ اس لیے کہ شانتا پاپ کی طرف جارہی ہے"۔

"باپ کی طرف ---- آپ کا مطلب ہے وہ ہیش سے پریم کرتی ہے اس لئے"

"کس مزے سے کہہ رہے ہو گویا کوئی بات ہی نہیں"۔ ارو پ حیرت سے بولے۔

اگر وہ ہیش سے پریم کرتی ہے تو ---- بھیا اُسے کر لینے دو۔ سُنا بھیا اُسے کرنے دو"۔ وہ بے چین ہو کر دونوں ہاتھ ملنے لگا۔

"پورن ---- سنو بھیا ---- وہ پریم کرتی ہے۔ ہی نا۔ کرنے دو اُسے"۔ وہ جوش سے کھڑا ہو گیا۔ "تم نے کبھی پریم نہیں کیا۔ تم نے کبھی ایسے پریم نہیں کیا کہ ---- کہ ---- تم اس میں بھسم ہو گئے ہو۔ تم نے پریم کیا۔ کیسے ؟ بھائی سے تمہاری پرتیا تمہاری گود میں لا کر ڈال دی گئی۔ تب تم نے پریم کرنا سیکھا ---- اور"

"وہ تمہاری استری نہیں ؟ بولو شانتا تمہاری استری نہیں"۔ وہ کچھ بار چلے۔

"پنڈتوں کی اٹرم شرم سے تو وہ میری استری ہے"۔

"تو پھر تم اُسے رد کرو"۔ ارو پ سمجھتے تھے۔ استریاں کبھی سائیکلیں

ہیں کہ یہ یک لخت دو رُک جائیں گی۔

"کیا میں روکوں؟ نہیں بھیّا۔ اُسے پریم نہیں دے سکتا۔ تو پھر اگر وہ پریم کی بھیک کسی دوسرے سے مانگتی ہے تو کیسے روکوں"؟ آج جیسے پُورن اپنی کینچلی بدل رہا تھا۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر نہایت سلجھے ہوئے لہجہ میں وہی کچھ بول رہا تھا۔ جو وہ سوچا کرتا تھا۔ وہ آرام لینے کے لئے کرسی پر لیٹ گیا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو پُورن"! بھیّا نے غصّہ سے کہا۔

"آج سے نہیں۔ مدّت ہوئی مجھے پاگل ہوئے"۔ پُورن جیسے انتقام پر تلا ہُوا تھا۔

"تمہیں خاندان کی لاج بھی پیاری نہیں"؟

"مجھے تو بھیّا کسی قسم کی لاج اور شرم نہیں آتی۔ نہ جانے کتنے دن ہوئے میری قوتِ احساس ہی کچل گئی۔ مجھے اب کچھ نہیں پیارا"! وہ تلخی سے مُسکرایا اور خالی کیرم کے تختے پر ناخون بجانے لگا۔ وہ کن انکھیوں سے انوپ کو دیکھ لیتا تھا۔ جو چوٹ کھائے ہوئے ناگ کی طرح کمرے میں بے چین ٹہل رہے تھے وہ ویسے ہی تختے پر گُر ہیں جاتا رہا۔ اُسے آج کچھ احساسِ فتح سے ہلکی سی ہو رہی تھی۔ وہ اپنے دُکھ کا بدلہ کتنے جنون سے

لے رہا تھا اور کس معصومیت سے بعض وقت چوٹ کھائی چڑیا بھی شکار کھیل جاتی ہے شیر کو پھانسنے کے لیے بکرے کی قربانی دینا ہی ہوتی ہے۔ پورن نے جان کی بازی لگا کر یہ میدان جیتا تھا۔ بکرا تو جان سے گیا مگر شیر پر اپھنسا تھا۔

پچھمن نے اسی وقت اسے ایک خط لا کر دیا۔ پورن اسے کھول کر روشنی میں دیکھنے لگا۔ اگر ابھی ابھی آپ کو کوئی خبر دے کہ ہندوستان آزاد ہوگیا بالکل آزاد اور آپ پریذیڈنٹ چنے گئے ہیں یا انگریز سنیں کہ ساری جرمن فوج پر آسمان سے سورج کا ایک دہکتا ہوا ڈھیما گر پڑا۔ اور وہ جل کر راکھ ہو گئے اور ہٹلر کو قطبی ریچھ نے پھاڑ کھایا۔ تو ان کا کیا حال ہو۔ بس وہی پورن کا حال ہوا لیکن وہ اتنا چھچھورا نہ تھا وہ خاموشی سے خط پڑھ کر بولا۔

"یہ پڑھیئے" اس نے خط اروپ کے سامنے ڈال دیا۔ اور سگریٹ سلگانے لگا۔ نہ جانے کیوں اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ مگر چہرہ پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ جیسے کسی بڑے امتحان کا نتیجہ دیکھ کر دل و دماغ بے قابو ہوجاتیں۔

"میں بیمار ہی ہوں —— میں آپ کی کوئی بھی نہیں۔ پھر بھی —" شانتا؛

اروپ کے ہاتھ سے کاغذ گر پڑا۔ پورن کو بڑا معلوم ہوا کہ بیوی تو اس

کی بھاگ گئے اور جھکتے اروپ کے چھوٹے ہیں!

آخر —— کو وہی ہوا —— وہ چلی گئی نا —— نیش! اروپ سر سے پیر تک لرز گیا۔ اُن کی اور ان کی بیوی کی جو گت ہوگی اسے وہی محسوس کر سکتے تھے۔ انھوں نے ایک بار پورن کو دیکھا۔ ان کے ہاتھ پیر اور کمزور ہو گئے۔ آن کی آن میں ساری کہانی فلمی زنجیر کی طرح آنکھوں کے سامنے چھن چھن گزرنے لگی۔ وہ پورن کا کھلے پھول جیسا چہرہ شرارت بھرے تڑپتی آنکھیں جنہیں دیکھنے کو اب وہ ترس گئے تھے۔ وہ اُسے غور سے دیکھنے لگے یہ وہی تھا، اُن کا چھوٹا بھائی پورن۔ بھابی کا لاڈلا دیور، اماں کا منہ چڑھا سپوت اور بچوں کا پیارا چاچا۔ اس وقت بڑی بھی دوا کا کڑوا گھونٹ بنا پڑا تھا۔ وہ اگر بگاڑ نہ دیا گیا ہوتا تو اتنی ضد اس میں کہاں سے آتی ؟ سچ ہے بچپن سے ہی اسے ہر بات کو منوانے کی عادت پڑ چکی تھی اور یہی وجہ تھی کہ وہ آسمان کے تاروں کے لئے مچل گیا تھا۔

شانتا عقل مند لڑکی تھی۔ آخر وہ کیوں خاک کے تودے میں موتی

ڈھونڈنے کی کوشش کرتی۔" پورن نے خاموشی کو توڑا۔ وہ اپنی جیت کے
احساس کو دبا رہا تھا۔

"پورن تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" اروپ کو خود نہیں
معلوم تھا کہ وہ اور کیا کہہ سکتا تھا۔

"مر چکا —— آپ کا پورن تو کبھی کا مر چکا۔ اور اب اس مردہ پورن
کی باری ہے بھیا۔ من چاہے جو کچھ کہہ لو۔ روح تو کبھی کی مر چکی۔ یہ مردہ
جسم حاضر ہے۔ یہ بھی اگر کسی کام آ سکے تو موجود ہے۔ مگر یاد رہے بھیا یہ
جسم بالکل کھوکھلا ہے۔ کام کو دم نہیں۔" پورن انتقاماً مسکرایا۔

"میں نے تمہیں اپنے بچے کی طرح سمجھا پورن، اور تم ایسے کہتے ہو
جیسے میں نے جان کر ہی سب کچھ کیا۔"

"مگر بھیا میں نے کبھی کوئی شکایت بھی کی۔ غضب ہو نا۔ جو کچھ بھی آپ
نے کیا خوب کیا۔ گھر کی لاج رکھ لی آپ نے، میں کیا ہزار پورن قربان ہیں۔"
طعنہ دینا پورن ابھی بھی نہ بھولا تھا۔

"پورن —— میرے بچے —— ؟ وقت ہے۔" اروپ کا گلا گھٹنے لگا۔

"بھیا —— اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ شکر کیجئے کہ خاندان تو

ذلت سے بچ گیا۔ ہاں اب آپ کا بیٹا جوان ہو رہا ہے۔ بھگوان کرے وہ میری جیسی بھول میں نہ پڑے۔

کتنے ہی دان پُن کرو، یہ بھگوان کی اکڑ نہیں جاتی۔ اُودے پور میں بہو رانی نے بارہ راجوں کے سر مانگے تھے۔ یہ بھگوان اتنا بھوکا کیوں رہتا ہے اس کا پیٹ ہے کہ دوزخ جو بھر ہی نہیں چکتا۔ وہ تو ہڑپ کرتا ہے۔ ہیضہ کے مارے وقت کے چپلائے ہوئے طاعون کے مسلے کُتا سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کی "لاڈو" نہیں رُکتی! اس کو بدہضمی بھی نہیں ہوتی۔ اب راجہ صاحب بچارے کیسے چھیڑتے تھے۔ آخر انھوں نے کس کی گائے ماری تھی۔ جو ان کی بہو بھاگ پڑی۔ آخر روپ کی معصوم بیوی نے کیا گناہ کیا تھا جو اُسے چار دن بھوکے روتے گزر گئے اور روپ کی کنپٹیوں پر سفید بال پھوٹ نکلے۔ ارے سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ اور سارا گھر ہی پکڑ کر بیٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب کیا ہوگا؟ اب روپ کی اولاد کا کیا ہوگا؟ بہن کی سسرال میں بھی کس صفائی سے ناک کٹ گئی۔ جتنا جتنا اس مردود ناک کی سیوا کرو اینٹھی ہی جاتی ہے۔ کیڑے پڑیں ایسی ناک میں!

پوُرن انتقام ایک دم زیادہ بیمار ہو گیا۔ اُسے دن میں کئی کئی دفعہ خون آیا۔ اور ایک دفعہ تو سب ہی شانتا کو بھول کر پوُرن کو موت کے پنجوں میں سے چھیننے لگے۔ ماں کا ماتھا کئی بار بھگوان کے چرنوں میں گر پڑا اور پھر گھر کے سب سپاہی قلعہ کے بچاؤ میں لگ گئے۔ مگر قلعہ تو ڈھے جانے پر بے طرح تُلا ہُوا تھا۔

جب میں چھوٹی سی تھی تو میں نے سڑک کے کنارے ایک ننھا سا پیڑ دیکھا۔ "اسے اپنی کیاری میں لگاؤں گی۔" میں نے اُسے پوری طاقت سے کھینچا۔ ننھی کمزور جڑیں جنہیں آسانا اکھڑ گیا۔ مگر میں نے اکھیڑ ہی لیا ننھی جڑیں وہیں رہ گئیں۔ کیاری میں لگا کر سیوا کرنے لگی۔ دھڑ دھڑ کے پانی کے لوٹے ڈالے مگر وہ تو سوکھ ہی گیا۔ بچّے تو بچّے بعض وقت اچھے بھلے بوڑھے لوگ سٹھیا جاتے ہیں۔ پوُرن کے گھر والے بھی جڑ توڑ چکے تھے۔ مگر ضد تو دیکھو کہ پیڑ کو پھر سے لگانے اور پھل لانے کے جتن کر رہے تھے۔ کتنے ہی ایک پیڑ ایسا ہوتا ہے جو بغیر جڑ کے ہی لگ جاتا ہے۔ مگر پوُرن تو بہت ہی عام قسم کا کچا پودا تھا۔

بیچ میں کسی بوجھ بھکڑ کو جڑ کا بھی خیال آ گیا اور وہ نئے سرے سے

پیوند لگا نہ سکے۔ صبیحہ نے سمجھا تھا کہ اروپ کو گاؤں بھیجا کہ جا کر آخر کس سے آئیں

آشنا نہ ہو۔ ۔ کی ٹھوکریں کھا نہ سکے پر اپنے ہی گاؤں میں پناہ لی۔

جب وہ ٹوٹے پھوٹے گھر یہاں پہنچی تو اس کا جی چاہا اس میں آگ لگا کر جل

مرے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں گاؤں والوں کو پتہ چل گیا اور اس کی سہیلیاں

انجو بیاں دوڑ پڑیں۔ اُس پر یہ سوالوں کی بوچھاڑ ہو گئی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ

کوئی سہانا خواب دیکھ کر جاگی ہے۔ اور وہ جلد سے جلد اُسے بھولنے

کی کوشش کرنے لگی۔ آہستہ آہستہ شہر کا خیال تو اُترتا تھا مگر دور کی طرح جیسے بلند

آسمان پر چمکتے ہوئے ستاروں کا۔ چاندنی راتیں اس کی آنکھوں میں بڑی

طرح کھٹکتیں۔ راکھو کی ماں کے لاڈ پھر سے شروع ہو گئے اور آنکھیں بادل

بن چوگنا تیل ڈال کر چپٹے لگا... غور سے اُس کی جیتی جاگتی آنکھوں کو دیکھتی اور

پھر اُسے پنڈت کا مہاتما سُتھرا چہرہ نظر آتا۔ وہ بیر بل بھلیل کہ چہکتے

نکھرے ہوئے بالوں کے گچھے۔ وہ خوشبودار اُجلے ہاتھ۔ اور تمام دن اُلجھے

اور کہاں یہ اچار کی ٹھلیاں کیسے چپکے ہوئے بال، کھردرے، پیڑی کی بو بسے

میلے ہوئے ہاتھ اور تنگی ننگی چمڑیاں! لیکن اگر میناکی بکنی سے آنکھ

لڑانے لگے تو سب یہی کہیں گے کہ اسے شاید زکام ہو گیا۔

"پورن کی طبیعت خراب ہوتی جاتی ہے۔" اروپ نے انھیں بتایا اور مہیش کا ڈرامہ بنائے بغیر کہا "تاتاجی ٹھیک ہیں - تمہاری بھابی" وہ شرمائے۔

"یہ تو اچھی ہیں - اروپ بھیا؟"

"ہاں -- مگر --- پورن کی تیمارداری کے لئے؟"

"مجھے جانے ہیں تو کچھ نہیں --- رامو کی ماں کو ذرا کم دکھائی دینے لگا ہے؟"

"آشا بہانہ کر رہی تھی - آخر سب بھی موجود تھیں۔ اور دنیا میں نوکروں کی کمی نہیں - تو پھر آخر وہ کیوں یاد آئی۔ "آہستہ کوئی اور بات کہئے آشا۔

"یہ تو --- وہ میکے گئی ہوئی ہیں۔"

"اچھا؟ --- کیا کوئی --- امید ہے؟" آشا کے دل میں چوٹ لگی۔

"ہاں --- وہ ان کی ماں بیمار ہیں" اروپ بولا "تم گھر جلد سب معلوم ہو جائے گا - آشا" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئے۔

جب پورن کو معلوم ہوا کہ آشا آ رہی ہے تو وہ چلّا اٹھا۔

"بھابی ــــ یہ تم لوگ کب تک میرے سنگ کھیل کرتے رہو گے
تم مجھے چین سے مرنے بھی نہ دو گے" وہ بڑبڑایا۔ لیکن بھابی نے اُسے
ایسے انداز سے دیکھا کہ وہ چُپ ہو گیا۔ شام کو اُس کا بخار سا در رہ گیا وہ
گھبرا گھبرا کر پکارنے لگا "کتنی آگ ہے ــــ لال لال ــــ بھابی لال
پردہ ہٹا دو۔ یہ لال پھول کاٹتے ہیں دل کو۔ چگی سے کہو میرا سر گھوم گیا۔
اتنی جلدی جلدی نہ ناچے ــــ اس سے کہو میری دراز کھولے۔ وہ نہیں
آئے گی وہ کیوں آئے گی۔ کیا میں اُسے کھا جاؤں گا" وہ آپ ہی آپ
مُسکراتا۔ دُبلی پتلی لڑکی سے اتنا کام نہ لیا کریں۔ بھابی ــــ ماتا جی
سے کہو اس سے اتنا کام نہ لیں"۔

"چُپ ہو جاؤ پورن ڈاکٹر کہتا ہے اتنی باتیں نہیں کرنی چاہئیں"
بھابی ڈر جاتی ہے۔

"ڈاکٹر تو اُلو ہے، وہ کیا جانے۔ پتا جی کہیں گا۔ مجھے بولنے نہیں
دیتا۔ بھابی وہ مجھے دیکھ کر کیا کہے گی۔ اس سے نہ کہہ دینا بیمار ہوں۔
سُنا وہ کیا کہے گی"۔

"اشا آگئی ہے۔ پتہ ہی نہ پورن کے مُردہ چہرے پر شرمانے سے

سُرخی دوڑ گئی - بھابی اُسے چھیڑ رہی تھی آج اُسے آشا کے خیال سے
کتنی پیاری شرم آ رہی تھی - معلوم ہوتا تھا مرا ہوا جی ہلکی ہلکی گدگدیوں سے
جی ہی اُٹھے گا - اُس نے ایک بار اپنے سوکھے ہوئے ہاتھوں کو دیکھا کتنے
بد وضع ہو گئے تھے - مگر یہ پیر کیوں چکنے اور تندرست ہو گئے تھے - اُسے
اپنی پتلی پتلی ٹانگوں میں یہ تندرست پیر بہت بُرے لگے - ان کی تندرستی
کس قدر گھناؤنی تھی - پیلی پیلی پیپ کے رنگ کی، جیب بھابی چلی گئی -
اس میں جان آ گئی - یہ بھابی بہت شریر تھی - وہ لڑکھڑاتا ہوا آئینہ کے
پاس پہنچا - لیکن اس کے اُوپر جیسے چھت ٹوٹ پڑی - سوکھا مارا قبر کا مُردہ
جیسے کسی دیوانے کی لاش نکل کھڑی ہو - وہ شرارت جو آشا کے خیال سے
اُس کے چہرے پر ناچ رہی تھی مرگھٹ کی گھنٹی کی طرح اُسے اور بھی
بھیانک دکھائی دے رہی تھی - وہ غور سے قدرت کی اس کاریگری
کو دیکھنے لگا - ڈرتے ڈرتے اُس نے سوکھی ہوئی کنپٹیوں اور گردن
کی رگوں کو چھوا - میز پر کتنی سنگھار کی چیزیں رکھی تھیں! مگر ایک بھی
تو اُس مُردے کو سجانے کے لئے اچھی نہ لگی - اس نے کنگھا اُٹھایا
مگر وہ بالوں سے نہ لڑ سکا بال اور بھی زیادہ وحشی اور گھنے ہو گئے

تھے۔ دروازے پر کھٹکا ہوا اور وہ جلدی سے مڑا۔

آشا نے بمشکل اس بھیانک مجسمہ کو دیکھ کر خود کو روکا۔ لیکن وہ اُسے ملتجی نظروں سے گھورتا ہوا دیکھ کر جلدی سے لپکی۔ اُن سوکھے سوکھے ہاتھوں نے اُسے بھوکے درندے کی طرح جکڑ لیا۔ اور سوکھی پسلیاں کُھٹل چھریوں کی طرح اس کے سینے میں گھسنے لگیں۔ اُس نے ایک بار اپنی ساری طاقت اُسے سنبھالنے میں لگا کر پلنگ کے قریب کیا۔ پورن سمجھا وہ اُسے الگ کر رہی ہے۔ اور وہ جونکوں کی طرح اُسے بھینچنے لگا۔

یہ وہی پورن تو تھا جس کی اُنگلی بھی اگر آشا سے چھو جاتی تھی، تو اس کے جسم میں آگ بھڑک اُٹھتی تھی، اور اس آگ میں وہ تپتا جاتی تھی مگر آج جیسے کوئی برف کے کوڑوں سے اس کے سارے جسم کو دھن رہا تھا۔ مگر آج وہ سب کچھ بھول کر بے حیائی سے اس سے لپٹ گئی۔ ناز نخروں کا وقت بیت چکا تھا۔ اُس نے اس کے سوکھے مرے ہاتھوں کو کلیجہ سے لگا لیا۔ اور اس کے خالی ڈھول جیسے سینے میں منہ دھنسا کر اس میں گرمی ڈھونڈھنے لگی۔ اُسے محسوس ہوا جیسے ان ہڈیوں کے پنجر میں الاؤ جلنا شروع ہوا۔ دبی ہوئی گھٹی گھٹی گرمی۔ ایک خاموش شور۔ آتش نشاں

پہاڑ کے دامن میں جیسے پگھلی ہوئی آگ چنگھاڑتی ہوئی زخمی بلی کی طرح اور
پھر زلزلہ جیسے بچے جنہوں نے تختہ الٹ دینے کا ارادہ کر لیا ہو۔ ایک جھٹکے
کے ساتھ نظام درہم برہم ہو گیا اور آگ بہہ نکلی۔ وہ چونک کر اٹھی اس
کا سر گھوم رہا تھا۔ جیسے کسی نے بہت سی پھیریاں دے کر اسے
چٹیل میدان میں چھوڑ دیا ہو۔ اس نے سہارا لینے کی کوشش نہ کی۔ جلدی
سے اس نے کمرے کی کنڈی چڑھائی اور میز پر سے سینے پر مالش کرنے کی
پوری شیشی حلق میں انڈیل لی۔ تھوکتی کھانستی وہ جلدی جلدی بستر کو درست
کرنے لگی۔ اس نے ساری کرسیاں اور میزیں پلنگ کے چاروں طرف
گھسیٹ دیں پھر جلدی جلدی الماریوں میں سے کپڑے نکال نکال کر
ان پر پھیلا دیئے۔ بیچ کی درازیں جو اس نے ہاتھ ڈالا تو جیسے اسے
سانپ نے ڈس لیا۔ سوکھے ہوئے سرخ پھول اب بھی سفید کپڑوں
میں دبے رکھے تھے۔ اس نے بڑے آہستہ سے ایک ایک پتی
اٹھائی اور انہیں پورن کے سینے پر رکھ دیا کو سونے سے رات کو
دھیمی روشنی دینے والا لیمپ اٹھا کر چاروں طرف تیل چھڑکا اور پھر
وہ ایک نئی دلہن کی طرح سیج پر چڑھ گئی۔ اوہ ––– شرم کی تو فرصت

بھی نہ تھی۔ اُسے اس مُردہ خون کے لعاب سے گھن بھی نہ آئی جو اس کی ٹھوڑی پر بہہ آیا تھا۔ کوئی اس کا کلیجہ کانٹوں دار ناخنوں سے چھیل رہا تھا۔ ہاتھوں کی سکت جا رہی تھی۔ اس نے دیا سلائی لے کر چاروں طرف تیل میں آگ لگادی۔ اور پورن کی آغوش میں بیٹھ گئی۔ انہیں سوکھے ہوئے پھولوں کے پاس جو اس کے سینے پر لاشے کے تختے کی طرح لہلہا رہے تھے۔